جلد 18 شمارہ 1 ماہ جنوری 2016ء ربیع الاول / ربیع الثانی 1437ھ

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالی کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

فلاحِ آدمیّت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مدیر: احمد رضا خان
0321-6400942

معاون مدیر: خالد محمود بخاری
0300-7374750

نائب مدیر: حافظ محمد یٰسین
0301-6484671

مجلس ادارت

خالد مسعود، ایم طالب
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411035 / 055-3411030
ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے
سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

نقوشِ مہرووفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب: سیّد رحمت اللہ شاہ)

ایک مرتبہ آپ ﷺ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی یہ جو آدمی آیا تھا، یہ جنتی ہے۔ سب صحابہ کرامؓ کی آپ ﷺ سے خاص عقیدت تھی مگر آپ ﷺ نے اس وقت صرف ایک آدمی کے بارے میں فرمایا کہ یہ جنتی ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں دس افراد کو جنت کی بشارت دی جنہیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے جب اس آدمی کے بارے میں جنتی ہونے کی بشارت دی تو آپ ﷺ کی محفل سے ایک صحابی خاص طور پر ان کے پاس گئے، ان کے ساتھ قیام کیا کہ دیکھوں ایسا کیا خاص عمل ہے جو یہ کرتے ہیں اور انہیں یہ سعادت حاصل ہوئی۔ کچھ دن ان کے ساتھ رہنے کے بعد جب دیکھا کہ یہ کوئی خاص عمل نہیں کرتے، معمول کے سارے کام اور عبادات کرتے ہیں۔ انہوں نے پوچھ لیا کہ میں اس غرض سے آیا تھا، مجھے بتائیں کہ آپ کیا خاص عمل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے آپ کے بارے میں جنت کی بشارت دی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ میں تو کوئی خاص کام نہیں کرتا، بس یہ نماز اور معمول کی عبادات ہیں یہی کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ انہوں نے راتوں کو اٹھ کر کوئی عبادت کی بات نہیں کی اور نہ ہی کوئی اور لمبے چوڑے اپنے معمولات بتائے۔ اس کے بعد جب وہ مہمان جانے لگے تو انہوں نے روکا کہ سنو بیٹا! یہ ایک بات ہے کہ جتنے بھی میرے سب مسلمان بھائی ہیں، میرے دل میں کسی کے خلاف ذرہ برابر بات نہیں ہے۔ صرف یہ ایک بات ہے اور کوئی عمل نہیں ہے۔ میرا دل سب سے خوش ہے۔ دل میں کسی کے خلاف میل نہیں ہے۔ اس بات کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اخلاق ٹھیک ہو۔ حضور ﷺ بھی فرماتے ہیں کہ مومن کے اعمال میں سب اعمال سے بڑا اخلاق ہوگا۔ اس کی دلی کیفیت۔ جس آدمی کے دل میں ایسا معاملہ ہو وہ برا کیوں ہوگا؟

وہ کبھی بھی نہیں چاہے گا کہ کسی کا نقصان ہو۔

آپ ﷺ نے اس شخص کے بارے میں تین مرتبہ فرمایا تھا کہ وہ جنتی ہے۔اس نے بھی یہی ایک بات بتائی کہ یہ ایک ہے۔بات سمجھ میں آگئی کہ یہ بڑے کمال کی بات ہے۔یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ دل ایسے پاک ہو۔یہ حضور ﷺ کے بارے میں بھی لکھا ہے کہ حضور ﷺ صحابہ کرامؓ میں سے کسی کی برائی نہیں سنتے تھے۔کسی دوسرے بھائی کی غیبت والی بات مت کرو۔ میرا دل سب کی طرف سے صاف ہے تو میں ایسے ہی جاؤں۔کسی صحابیؓ کے خلاف میرے دل میں بات نہ ہو۔غیبت کا بھی کہا گیا کہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ میں نہیں چاہتا۔حضور نبی کریم ﷺ کا قلب مبارک تھا جس میں کیسے آتی ایسی کوئی بات مگر خود بھی منع کر دیا کہ مت کرو ایسی بات۔

یہ بڑی اچھی بات ہے،اس کا خیال رکھنا کہ کسی کے خلاف کبھی مت سوچیں۔(موجودہ شیخ سلسلہ جناب محمد یعقوب صاحب توحیدی فرمانے لگے کہ بابا جیؒ (انصاری صاحبؒ) نے لکھا ہے کہ اگر آپ کسی کی اصلاح کی خاطر مجھے کسی کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں تو یہ بھول جائیں کہ مجھے یہ پتا نہیں ہے۔مجھے پتا ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے۔) ہاں جی یہ آپ کی غلط فہمی ہے کہ مجھے پتا نہیں ہے۔(کچھ دیر سکوت کے بعد بابا جانؒ فرمانے لگے کہ) بس ہم ایسے ہی اپنی زندگی خراب کرتے ہیں۔بابا جیؒ (انصاری صاحبؒ) نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اس شہر کی آبادی ایک وقت آئے گا کہ ساٹھ ہزار ہو جائے گی اور ان میں سے کوئی اللہ کا نام لینے والا نہیں ہو گا۔صرف ایک آدمی بیٹھا ہو گا جو ذکر بھی کرے گا اور باقی عبادات بھی کرے گا۔اس ایک آدمی کو ساٹھ ہزار افراد کی عبادت کا جو ثواب ہو گا وہ ملے گا۔ساٹھ ہزار بندہ ہے اور کوئی عبادت نہیں کرتا اور وہ اکیلا ہی کر رہا ہے۔اس ماحول میں عبادت کرنے سے سب کا ثواب اسی ایک کو ملے گا۔

بابا جانؒ سے پوچھا گیا کہ انسان کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی قدرت پر پیدا کیا۔یہ کیسا معاملہ ہے؟

باباجانؒ فرمانے لگے کہ قبلہ انصاری صاحبؒ نے لکھا ہے کہ سب سے محبت کرو، ابھی ہم یہی بات کر رہے تھے کہ اگر تم انسان سے محبت نہیں کرتے کہ جس کو اللہ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اس کی صفات کا مظہر یہ انسان ہے۔ یہ جو ننانوے نام اللہ کے بتائے گئے ہیں صرف یہ نہیں ہیں۔ اس کے بارے میں تو فرمایا گیا ہے کہ سارے سمندر سیاہی بن جائیں اور ساری مخلوق لکھنے میں لگ جائے تو اس کی تعریف میں یہ سیاہی ختم ہو جائے گی، اس کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ بات یہ ہے کہ کوئی جاننے والا ہو تو لکھے۔ جو جانتا ہو اس نے لکھنا ہے۔ اللہ کی تعریف لکھی جائے اور سیاہی ختم ہو جائے، پھر ایسی سیاہی آ جائے۔ قرآن میں لکھا ہے کہ پھر دوبارہ ایسی سیاہی بن جائے اور اس کی صفات لکھی جائیں تو وہ تب بھی ختم نہیں ہونگی۔ یہ ننانوے نام اس لئے بتائے گئے ہیں کہ جنہیں ہم جانتے ہیں ۔ہمیں پتا ہے کہ رحم کیا ہوتا ہے، کرم کیا ہوتا ہے، یہ وہ صفات ہیں جن سے ہم آشنا ہیں۔ اس کی صفات بے مثال ہیں اور لامحدود ہیں۔ وہ عرش پر بیٹھا ساری کائنات کے معاملات چلا رہا ہے، ہم اس کی صفات کا کیسے احاطہ کر سکتے ہیں۔ سب معاملات اسی کی طرف پلٹتے ہیں۔ اسی کی طرف سے آتے ہیں۔ یہ آپ کی روح بھی باباجیؒ نے جو لکھا ہے کہ شعاع کی طرح آتی ہے۔ یہ بھی ادھر اوپر ہی Connect ہے۔ ایک سرا یہاں دماغ سے جڑا ہوا ہے اب یہ بلب ہے، جہاں لگا ہوتا ہے وہاں روشن ہوتا ہے مگر اس کی تار میں کرنٹ کہیں اور سے آتا ہے۔ تار کے ذرے ذرے میں وہ کرنٹ موجود ہے مگر روشنی صرف اسی جگہ ہوتی ہے جہاں کمرے میں بلب ہوتا ہے، وہاں سے روشنی ہر طرف چلی جاتی ہے۔ ذرے ذرے میں روشنی کا وجود ہوتا ہے۔ جب بلب آف ہوتا ہے تو یہ روشنی واپس چلی جاتی ہے۔ روح بھی ایسے ہی ہے۔ جسم کے ذرے ذرے میں ہے۔ جب آف ہوگی تو جسم کے ذرے ذرے سے کھینچ کر واپس چلی جائے گی۔

وہ عرش پر بیٹھا سب کچھ کنٹرول کر رہا ہے۔ اب عرش ایسا تو نہیں ہے جیسا یہ تخت ہے۔ اب یہ بات کہ اس عرش کی ماہیت کیا ہے؟ کتنا بڑا ہے؟ کیسا ہے؟ اور کہاں پر ہے؟ کہتے ہیں کہ عرش ہے۔ عرش کے اوپر کرسی ہے اور وہ کرسی پر بیٹھا ہے۔ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ.

''اور اللہ کی کرسی جو ہے وہ زمین و آسمان کو گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔'' جب کرسی اتنی زیادہ وسیع ہے تو عرش کتنا ہوگا؟ اور خود وہ کتنا بڑا ہوگا؟ جیسے وہ کرسی پر بیٹھا کائنات کو کنٹرول کر رہا ہے ویسے انسان بھی کام کرتا ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے، ویسے کرتا ہے۔ یہ سارے ملائکہ ہیں یا غلام ہیں یہ سارے کام پر لگے ہوئے ہیں۔ ان کو تو شعور نہیں ہے کہ جگہ کی تصویر کیسی بنائی ہے۔ آدمی کی تصویر کیسی بنائی ہے۔ اللہ آپ براہ راست اس کے پیچھے ہے۔ یہ ملائکہ جو بھی کرتے رہیں، ان میں یہ شعور والی بات نہیں ہے۔ اللہ خود ان کے پیچھے موجود ہے کہ آپ نے یہ تصویر کیسی بنانی ہے؟ کیسا نقشہ بنانا ہے؟ یہ نقشہ یا تصویر عالم امر میں پہلے موجود ہے، وہاں سے پھر وہ اسے عالم مثال میں منتقل کرتا ہے۔ اب یہاں ایک Architecture ہے، وہ یہ نقشہ بناتا ہے۔ اب جس چیز کا وہ نقشہ بنا رہا ہے وہ پہلے اس کے دماغ میں موجود ہے کہ یہ نقشہ یا تصویر کیسی ہوگی۔ وہاں سے پھر وہ اسے کاغذ پر بناتا ہے کہ یہ مسجد ہوگی، کیسے اس کے مینار ہوں گے۔ جب کاغذ پر نقشہ بنا لو تو یہ عالم مثال والی بات ہے۔ یہاں عمارت کے ماڈل بنا دیے اور پورا انظام دکھا دیا کہ یہ عمارت کی شکل ہو گی، ابھی یہ عمارت اپنی حقیقی شکل میں نہیں آئی، عالم مثال میں ہے مگر یہ عمارت آ گئی ہے۔ جن بزرگوں کی روحانی طور پر Approach ہے، وہ بتا دیتے ہیں کہ ایسی مسجد بن رہی ہے، اس کے ایسے مینار ہوں گے، ایسی شکل ہوگی، وہ سارا کچھ بتا دیتے ہیں۔ ابھی یہ مادی وجود میں نہیں ہوتی، عالم مثال میں ہوتی ہے مگر یہ بتا دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ مادی وجود میں آتی ہے۔

ادھر آپ کا بھی یہ System اسی طرح ہوتا ہے۔ بات جو ابھی عالم مثال میں ہوتی ہے، ادھر یہ سب اعضاء اس کے غلام ہیں جو اس کے مطابق یہ کام کرتے ہیں۔ بولنا چاہتے ہیں، ایک سسٹم ہے، آواز بنتی ہے، ہمیں خود بھی نہیں پتا کہ کیسے الفاظ بنتے ہیں۔ سارا سسٹم بند ہے لیکن آپ کی خواہش کے مطابق ہوتا ہے، جو آپ بولنا چاہتے ہیں، وہی الفاظ نکلتے ہیں۔ باباجیؒ کے بارے میں بھی ''اللہ کی کل'' کے عنوان سے جو مضمون لکھا ہے کہ آپؒ نے کہا کہ اللہ میاں مجھے ایسی چیز دکھاؤ جو کسی بزرگ نے بھی نہیں دیکھی ہو تو اللہ میاں نے وہ ''کل'' دکھائی۔ دنیا میں

جو بات بھی ہوتی ہے وہ وہاں سے چلتی ہے، آدمی کے دماغ اور پھر منہ تک آتی ہے، پھر منہ سے نکلتی ہے اور پھر واپس آجاتی ہے۔ ہمیں اپنے الفاظ کے بارے میں خود نہیں پتا کہ یہ کیسے بنتے ہیں مگر یہ سب الفاظ اندر سے ہی بن رہے ہیں۔ ہر ایک لفظ علیحدہ علیحدہ ہے، اعراب بھی مختلف ہیں، آواز بھی مختلف ہے، یہ اللہ میاں کی تجلیات ہیں۔ وہ واقعہ بدر جیسے تھا حضور ﷺ نے کہا کہ یہ تجلیات ہیں اس کی، وہ اپنی نشانیوں کو مجرب کر کے بتاتا ہے۔ خدا کی دین ہے کہ No two men are alike دنیا میں دو آدمی کہیں بھی ایک جیسے نہیں ہیں۔ Finger prints بھی نہیں ملتے، یہ خدا کی کارستانیاں ہیں۔ جڑواں بہنیں ہوں، جو مرضی ہوں، ان کے نقش، بال سب علیحدہ ہوتے ہیں، یہ سب تجلیات ہیں اللہ کی۔ ہر لحظہ مومن کیلئے نئی جزا ہے۔ اللہ کے بارے میں بھی ہے کہ کُلَّ یَومٍ ھُوَ فِی الشَّان. وہ ہر لحظہ نئی تجلیات کا ظہور کرتا ہے۔ اس کی شان ہے کہ یہ سب ایسے بنائے۔ اس کے ہاں اتنی وسعت ہے کہ ہر لمحہ نیا ڈیزائن۔ انسان بھی جو یہ گاڑیاں بناتا ہے، ہر دو چار سال بعد ایک نیا ماڈل آجاتا ہے۔ ہر بندہ بھی نیا ماڈل ہے۔ علامہؒ نے بھی لکھا ہے کہ

؎ پسند اس کو تکرار کی خو نہیں ہے　　کہ تو میں نہیں اور میں تو نہیں

غالبؒ بھی کہتے تھے کہ

؎ یارب، زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لئے؟　　لوحِ جہاں پہ حرفِ مکرر نہیں ہوں میں

تختی پر جب کچھ لکھا گیا ہو اور پھر دوسری دفعہ وہی لکھا جائے تو مٹا دیتے ہیں کہ یہ پھر لکھا گیا ہے، مکرر ہو گیا ہے۔ دوبارہ لکھا گیا ہے تو ایک کو مٹا دیں گے۔ میں تو حرفِ مکرر نہیں ہوں کہ دوبارہ لکھا ہوا ہوں، میں تو ایک ہی ہوں، میرے جیسا نہ پہلے آیا اور نہ بعد میں آئے گا، مجھے کیوں زمانہ مٹانے کی کوشش کرتا ہے؟ وہ تو ان (غالبؒ) کا خیال تھا ورنہ مٹاتا کون ہے، وہ تو پالش کرنا چاہتا ہے کہ آپ اچھی طرح سے بندے بن جائیں۔ اس (اللہ) کا یہ جو pattern ہے کنٹرول کا کہ حیات کو وہ کیسے چلا رہا ہے؟ کیسے اُدھر سے یہ Secret signals دیتا ہے۔

دماغ تو الیکٹرانک ہے، الیکٹرانک سگنلز نکلتے ہیں اور اس کی Rays وہاں سے Transfer ہو کر آگے چلتی ہیں، نیچے جو Lower body ہے، اس پر Effect کرتی ہیں۔ یہ فالج کیا ہوتا ہے؟ کوئی تار کہیں سے شارٹ ہوگئی، Right حصے کی شارٹ ہوئی تو وہ حصہ گیا۔ اس (اللہ) کے سسٹم کو Understand کرنے کیلئے یہ سارا نظام دیا ہے۔ آگے پھر وہ Mechanical connection بعد میں چلتا ہے۔ اصل سگنلز وہاں سے چلتے ہیں۔ موجودہ ڈاکٹر بھی کہتے ہیں کہ یہ دماغ تیزی سے چلتا ہے۔

ایک دماغ کا Specialist تھا۔ اس نے مارک کیا سارا کہ دماغ کا یہ حصہ یادداشتوں کیلئے ہے۔ یہ حصہ ہاتھ پاؤں بڑھانے کیلئے، یہ حصہ موکل سپیڈ کیلئے ہے، یہاں سے سگنلز جاتے ہیں۔ اس نے دماغ کی Ranking کر دی ہے کہ Memories میں یہاں پر کچھ اور ہے۔ ڈاکٹر ایک بندے کی کھوپڑی کھول کر تجربات کر رہا تھا۔ اس نے بندے کو بیہوش نہیں کیا تھا۔ وہ ایک تار سے دماغ کے ایک حصے کو Touch کرتا تو مریض اپنا کچھ Response دیتا۔ اس نے تار کو Memory کے حصے پر لگایا تو اس نے کہا کہ مجھے وہ فلاں واقعہ یاد آ رہا ہے۔ اس نے تار کو دوسری جگہ لگایا تو جسم کا کوئی اور حصہ حرکت میں آ گیا، پھر Memory والے حصہ پر لگایا تو پھر اس نے کہا کہ مجھے وہ واقعہ یاد آ رہا ہے۔ اس نے Movement کی جگہ پر تار کو لگایا تو مریض نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور کہا کہ یہ ہاتھ میں نے نہیں اٹھایا، خود ہی اٹھ گیا ہے۔ مریض نے کہا کہ میں نے نہیں اٹھایا تو اب اس کی تحقیق رک گئی۔ ادھر دماغ سے Signals آئے اور یہ کہتا ہے کہ میں نے نہیں اٹھایا تو یہ "میں" کدھر ہے؟ اس کے اندر ہے یا باہر ہے؟ اگر دماغ کو ہی مرکز کہتے ہیں تو یہ اس (دماغ) نے اٹھایا، مگر وہ (مریض) کہتا ہے کہ میں نے نہیں اٹھایا۔ جب یہ مریض کہتا ہے کہ یہ میں نے اپنی مرضی سے نہیں اٹھایا تو یہ 'میں' کدھر ہے؟ (باباجانؒ نے مجھے کہا کہ Mystery of the mind، یہ کتاب دیکھنا لائبریری میں، مگر من نا دانم۔۔) اس نے اپنی کتاب Close کی کہ کیا وہ مادی چیز ہے جیسے یہ دماغ

مادی ہے اور اُس (میں) کا اِس دماغ کے ساتھ تعلق کیا ہے؟ یہ تعلق کس نوعیت کا ہے؟ الیکٹرانک ہے؟ Mechanical ہے؟ کیسا ہے؟ اور اس کا Source of energy کیا ہے؟ آیا اس (میں) کو خوراک جاتی ہے جیسے دماغ کو چھوٹی چھوٹی باریک رگوں سے جاتی ہے؟ دماغ پھٹ گیا تو کہتے ہیں کہ اسے Brain Hemorrhage ہو گیا۔ اس کا تو یہ Source ہے کہ اسے آکسیجن بھی جاتی ہے اور Energy بھی جاتی ہے، مگر وہ جو 'میں' ہے، اس کا Source of energy کیا ہے؟ اسے Body سے مادی خوراک جاتی ہے یا اور ہے کچھ؟ وہ جسم کے اندر ہے یا جسم سے باہر ہے؟ جسم سے باہر ہے تو اس کا Source of energy کیا ہے؟ اوپر سے کوئی دوسرا Electronic energy source ہے؟ اگر باہر ہے تو پھر یقیناً اور ہی ہو گا اس پر اس سائنسدان نے اپنا سارا تجربہ Close کر دیا کہ یہ تو اور ہی کوئی بلا ہے جو اندر بیٹھی ہے۔ یہ دماغ بھی کسی کے کنٹرول میں ہے۔ یہ پہلا Step ہے کہ جسم کی مشین کو اس نے اپنے قبضے میں کیا ہے۔ یہ آگے سارے جسم کو۔۔اور سسٹم سارے یہاں سے پرنٹ ہوتے ہیں، یہ ٹریفک کنٹرول کی جگہ ہے، اِس پر اُس نے اپنا قبضہ کیا ہے اور باقی سارے اعضاء کو یہاں سے Motivate کرتا ہے۔ دماغ اس کی مرضی کے مطابق یہاں سے پیغام آگے پہنچا دیتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ یہاں اس (سائنسدان) کا کام ختم ہو گیا۔ میرا خیال ہے کہ وہ ڈھونڈتا رہے مگر یہاں سے آگے اُسے کچھ نہیں مل سکتا، اس کا وہ موضوع ہی نہیں ہے۔ وہ مادی دنیا سے باہر ہی نہیں نکلتا۔ اس نے یہاں اپنے Chapter کو بند کر دیا۔ Mystery of the mind اس کی کتاب ہے۔

میں، میں ہوں۔ یہ دماغ میرا ہے۔ جب آپ کہتے ہیں کہ یہ میرا ہے، میں مالک ہوں اس کا تو کوئی اور چیز کہتی ہے کہ دماغ میرا ہے۔ وہ ہے۔ کافی کچھ انسان کو معلوم ہو رہا ہے کہ خدا کائنات کو کیسے چلا رہا ہے۔ اس کا حکم ہے۔ آگے ملائکہ ایک مخلوق ہے، وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی ہے۔ یہ سارے آگے ملائکہ ہی ہیں جو کام کرتے ہیں۔ باباجیؒ کہتے ہیں کہ سامنے گلاب کا پھول آیا، جی میں آیا کہ پھول توڑو، تو کیا ہو گا؟ آگے اعضاء ہیں جو اس پر عمل کریں گے کہ پھول کیسے

توڑتا ہے۔ یہ حرکت ہوئی۔ ملائکہ بھی اللہ نے پیدا کر رکھے ہیں۔ اللہ نے بھی یہ فوجیں آگے پیدا کر رکھی ہیں، جو حرکت کرتی ہیں۔ ہم نے حرکت کی پھول توڑا اور واپس آ گئے۔ باباجیؒ نے کہا کہ یہ حرکت ہوئی، حرکت زندگی کا نشان ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی ہے۔ خواہش جو تھی وہ اعضاء کے توسل سے پوری ہوئی۔

ایک خطبے میں لکھا تھا کہ امریکی عورت جو گونگی، بہری، اور اندھی تھی۔ گونگے، بہرے تو ہوتے ہیں جو اشارے کرتے ہیں اور اندھے تو دیکھ بھی نہیں سکتے۔ اب اس کی آنکھیں بھی نہیں تھیں تو وہ اپنی بات کیسے Convey کرتی؟ دوسروں کے ساتھ اس کا رابطہ کیسے ہوگا؟ اس کے گھر والوں نے رابطے کا ایک طریقہ ایجاد کیا۔ انہوں نے ایک بیت رکھا کہ اس سے اسے Touch کر کے لکھ کے کہتے، وہ سمجھتی تھی، وہ پھر جواب دیتی۔ اس نے اپنی کتاب میں لکھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جو گونگا، بہرہ بنایا، یہ خدا نے مجھ پر بہت بڑا کرم کیا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو میں ایک عام امریکن عورت ہوتی۔ پڑھتی لکھتی، شادی کرتی، بوڑھی ہوتی، اور مر جاتی۔ اب مجھے دنیا جانتی ہے۔ اس نے خدا کے بارے میں یہی کہا کہ یہ اس کا خاص کرم ہے۔ کتنی بڑی بات ہے؟ اس کا خدا کے بارے میں کیا تصور ہے۔

باباجیؒ کہتے تھے کہ فرشتہ جو ہے یہ Agency of God ہے مخلوق ہے، اللہ نے پیدا کی ہے لیکن وہ اپنی رائے پر عمل نہیں کر سکتے۔ نہ ان کے Concepts ہیں۔ آپ کو ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے Appointed ہیں۔ یہ تو اللہ کے حکم کی پیروی کرتے ہیں۔ آپ کو ان کے مندر بنانے کی، ان سے محبت بڑھانے کی، اور ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اللہ کی مخلوق ہیں جس نے ان کو پیدا کیا۔ یہ جو اللہ کے انوار و برکات ہیں، ان کے ذریعے بھی یہ آتے ہیں۔ یہ اس کے احکام بجالاتے ہیں، خود ان کی کوئی مرضی نہیں ہے۔ اللہ خود فرماتا ہے کہ جب میں کسی کو تکلیف دینا چاہتا ہوں تو کوئی اسے روک نہیں سکتا، نہ کوئی ہٹا سکتا ہے، سوائے میرے۔ جو کچھ بھی آتا ہے، اللہ کی طرف

سے آتا ہے۔ یہ فرشتے اس کی مخلوق ہیں جن کی اپنی نہ کوئی خواہش ہے، نہ ارادہ ہے، دوسری مخلوقات کی طرح وہ مخلوق ہیں۔ سب معاملات اللہ کی طرف سے آتے ہیں۔ فرشتے حکم بجالاتے ہیں، ان کا کام بس یہی ہے۔ لوگوں نے ان کو ہی خدا بنا لیا ہے۔ اسی طرح لوگ بزرگوں کی کرامات کو دیکھ کر انہیں سجدے کرتے ہیں۔ باباجیؒ کہتے تھے کہ سجدہ اگر کرامت کو ہی دیکھ کر کرنا ہے تو سورج کو کرو۔ سب سے بڑا کراماتی تو سورج ہے، جس کی وجہ سے اس دنیا میں حیات ہے۔ حیات بذاتِ خود سورج کی وجہ سے قائم ہے۔ اگر کرامات کی وجہ سے ہی سجدہ کرنا ہے تو اس سورج کو سجدہ کرو۔ یہ تو سب مخلوق ہیں۔

وَمِن ءَایٰتِهِ الَّیلُ وَالنَّهَارُ وَ الشَّمسَ وَ القَمَرُ. لَا تَسجُدُوا لِلشَّمسِ وَلَا لِلقَمَرِ وَاسجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِی خَلَقَهُنَّ اِن کُنتُم اِیَّاہُ تَعبُدُونَ. (سورۃ فصلت ۴۱۔ آیت ۳۷)

''دن اور رات، سورج، چاند بھی (اسی کی) نشانیوں میں سے ہیں، تم سورج کو سجدہ نہ کرو، نہ چاند کو۔ بلکہ سجدہ اس اللہ کو کرو جس نے ان سب کو پیدا کیا، اگر تمہیں اس کی عبادت کرنی ہے تو۔''

سجدہ اسی کو کرنا ہے، جس نے ان کو پیدا کیا۔ جو ان کا خالق ہے، اس کو سجدہ کرو۔ اگر یہ دعویٰ ہے کہ ہم آپ ہی کی بندگی کرتے ہیں۔ بندگی اس اللہ کی ہے، کسی اور کے لئے نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سجدہ مجھے کرو، خوشنودی میری حاصل کرو، رضا میری حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ کے ساتھ ایک یہ بھی مخلوق ہے، اس کا بس اقرار ہے کہ یہ موجود ہے۔ اٰمَنتُ بِاللّٰهِ وَمَلَاءِ کَتِہٖ. ایمان ہے مگر آپ کو ان کے بندر بنانے کی، ان کے بت بنانے کی یا پوجنے کی اجازت نہیں ہے۔ اب یہ جو سسٹم ہے انسان کا تو اب چاہیے اسی کہ آگے بھی اس میں تحقیقات کرے۔ یہ جسم کے ساتھ جو روحانیت کا معاملہ ہے، بزرگ جو دعا کرتے ہیں، پانی دم کر کے دیتے ہیں اور شفاء ہو جاتی ہے، یہ تحقیقات کرنی چاہئیں کہ یہ کیسے ہوا؟ یہ پانی ہے، اس میں پھونک ماری جاتی ہے، پھر بھی یہ پانی ہی ہے، اس میں کوئی کیمیکل Mix نہیں ہوا کہ اس میں کوئی Change آئے، یہ ویسا ہی پانی ہے۔ اس طرح دعا ہوتی ہے اور پتا ہی نہیں چلتا اور اس کا عمل ہو جاتا ہے۔

ربیع الاوّل- عیدمیلادالنبیﷺ

(پیر خان توحیدیؔ)

ربیع الاوّل قمری سال کے مہینوں میں تیسرا مہینہ شمار ہوتا ہے۔یہ مہینہ کائنات کے ذرّہ ذرّہ کے لیے خوشیوں اور مسرتوں کا پیغام لاتا ہے کیونکہ یہ ماہ مقدس محسن اعظم محسن انسانیت غریبوں کے ملجاء یتیموں کے والی اور اللہ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰﷺ کی آمد کا مہینہ ہے۔کائنات کا ذرّہ ذرّہ خوشی سے جھوم اُٹھتا ہے۔شجر وحجر بھی درودوں کے ترانے اور سلاموں کے مجرے پیش کرنے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔آسمان سے لےکر زمین تک اللہ کے فرشتے اپنی بے پناہ مسرت اور شادمانی کا اظہار کرتے ہیں رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں فضائیں اور ہوائیں بھی اپنی بھینی بھینی خوشبوؤں کے ساتھ اللہ کے حبیبﷺ کی آمد کی خوشی کے ترانے گاتی ہیں۔آپﷺ کے اُمتی دنیا کے گوشے گوشے میں عید میلادالنبیﷺ کے پروگرام بنا کر آپﷺ کی حیات مبارکہ کے مختلف پہلوؤں کواجاگر کرکے اپنے ایمان کو تازہ کرتے ہیں۔جس طرح رمضان مبارک میں گھر گھر قریہ قریہ قرآن کی تلاوت کی مبارک آوازیں فضا کو گرمادیتی ہیں اسی طرح اس ماہ مبارک میں بھی مسجدوں،گھروں بازاروں اور گلیوں میں نعتوں اور قوالیوں کی آوازیں دلوں کو گرما کر ایمان کو تازگی بخشتی ہیں۔

نبی آخرالزماںﷺ سے مسلمانوں کا تعلق ہی کچھ اس نوعیت کا ہے کہ چاہے وہ سال بھر دین کی تعلیم سے غافل رہے ہوں مگر اس مہینے میں وہ نبی پاکﷺ سے اپنی نسبت کو کسی نہ کسی شکل میں تازہ کرلیتے ہیں۔اخبارات اور رسائل کے کئی ایڈیشن چھپتے ہیں ٹی وی اور ریڈیو پر کئی گھنٹوں کی طویل نشریات ہوتی ہیں۔والہانہ عقیدت،محبت،جذبات اور تعظیم کے چرچے ہوتے ہیں۔

اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ فخر موجودات،باعثِ تخلیق کائنات،صاحب لوح وقلم

احمد مجتبیٰ ﷺ کا ظہور پوری کائنات پر خصوصی طور پر مومنین پر پروردگار عالم کا سب سے بڑا احسان ہے۔ اسی لئے اللہ ربّ العزت نے اس کا اظہار قرآن مجید فرقان حمید میں اس طرح کیا کہ میں نے مومنوں پر انہی میں سے ایک رسول ﷺ بھیج کر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کئی دوسرے انعام و اکرام سے بھی اپنی مخلوق کو نوازا ہوا ہے۔ لیکن کبھی بھی اور کہیں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان کے بارے میں نہیں جتلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو دنیا میں سب سے اعلیٰ اور افضل مقام پر فائز کیا ہوا ہے، اسی لئے کلمہ طیبہ میں اور نماز میں اپنے نام کے ساتھ آپ ﷺ کا نام ملا کر آپ کی رفعت کا ثبوت دیا ہے۔ جس کے ذکر کی کوئی مثال اس سے بالاتر نہیں پائی جاتی۔ آپ ﷺ سے عقیدت اور محبت کا اظہار ایمان کا لازمی تقاضا ہے اور ہماری ہر دھڑکن اور ہر سانس آپ کی محبت کی مظہر ہے یہی ہماری نجات کا ذریعہ ہے۔ لکھاریوں نے نبی مکرم ﷺ کی ولادت باسعادت پر اپنے اپنے اُنس و محبت کے پھول نچھاور کیے۔ شاعروں نے اپنے اپنے جذبات اور شعور کے مطابق نبی رحمت دو عالم ﷺ کی شان میں نعتوں کے نذرانے پیش کیے، اگر چہ ہر ایک کا انداز جدا جدا ہے۔ مگر محبت اور اُلفت کے چشمے ہر تحریر سے پھوٹتے نظر آتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے تو ایک ہی شعر میں عشق کا دریا بہا دیا:

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

کوئی بدقسمت اور بدنصیب ہوگا جو ولادت نبی آخر الزماں ﷺ پر مسرور نہ ہوگا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حبّ رسول ﷺ کا بہترین اظہار صرف جلسوں، جلوسوں بجلی کے قمقموں اور رنگا رنگ جھنڈیوں اور بہترین ترنم کے ساتھ مدح رسول ﷺ کرنے سے ہی ہو سکتا ہے جیسا کہ آج کل ہوتا ہے یا انسانیت کی اس عظیم ہستی سے محبت کے اظہار کا کوئی اور راستہ بھی ہے جو قرآن کریم تجویز کرتا ہے قرآن نے تو اس سلسلہ کو محض دو آیات میں آسان بنا کر قیامت تک کے لیے حل کر دیا ہے۔

۱) **ترجمہ**: فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ لوگوں کو کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو میری پیروی اختیار کرو۔(آل عمران)

۲) **ترجمہ**: جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی۔(النساء)

گویا کہ اگر اللہ سے محبت کا حق ادا کرنا ہو تو اللہ کے محبوب کی تعریف وتوصیف کے ساتھ ان پر ایمان لاؤ اور ان سے محبت کا اصل طریقہ ان کی اطاعت کو اختیار کرو۔قرآن نے جہاں آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ کے حوالے سے اخلاق کی اصطلاح استعمال کی ہے وہیں آپ ﷺ کو تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے کتاب ہدایت اور سامان رحمت لانے والے بھی بتایا ہے اور یہ وہ کلام ہے جو انسانوں کے لیے رحمت ہی رحمت ہے۔اس کلام رحمت میں وہ ہستی جو" الرّحمٰن اور الرّحیم" ہے۔اپنے بندوں کی نادانیوں اور بھول ہی کو نہیں بلکہ جان بوجھ کر غلطیاں اور نافرمانیاں کرنے پر بھی رحمت اور مغفرت کی اُمید جگاتا ہے اور بڑے بڑے گناہوں کو اظہار ندامت پر معاف کرنے کا وعدہ بھی فرماتا ہے۔

عید میلاد النبی ﷺ کے منانے کے طریقے جو آج کل رائج ہو چکے ہیں اور لوگوں نے اپنا رکھے ہیں، یہ سراسر نبی رحمت ﷺ کی تعلیم کے منافی ہیں۔ان طریقوں میں نبی پاک ﷺ کی غلامی اور تابعداری والی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی بلکہ دکھاوا اور نمود و نمائش ہی دکھائی دیتی ہے۔ اسلام تو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ جلسوں جلوسوں کی شکل میں سڑکوں اور راستوں کو بلاک کر کے لوگوں کو پریشان کیا جائے۔جھگڑے ڈال کر ٹریفک کو منجمد کر دیا جائے۔دولت کا بے دریغ خرچ کیا جائے۔ڈھول باجوں سے لوگوں کے کاموں میں خلل پیدا کیا جائے۔عورتوں کو بھی عید میلاد النبی ﷺ کے جلوسوں میں گھومنے پھرنے کی رخصت دی جائے۔

یہ حقیقت ہے کہ جس دل میں حبّ رسول ﷺ نہیں وہ دل ویران ہے،مردود ہے۔ لیکن کیا یہ طریقے جو آج کل رواج پکڑ گئے ہیں یہ حب رسول ﷺ ہے؟ ہرگز نہیں۔امام مالکؒ نے تو یہاں تک فرما دیا ہے کہ سنت نبی نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہے جو اس میں سوار ہو گیا

وہ نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا غرق ہو گیا۔

ان محافل میں جلسوں اور جلوسوں میں نبی رحمت ﷺ سے محبت اور عقیدت کا اظہار تو کیا جاتا ہے۔لیکن عملی طور پر ان دونوں چیزوں کا فقدان نظر آتا ہے۔گزشتہ سال میں نے عید میلاد النبی ﷺ پر ایک جلوس کو عین عشاء کی نماز کے وقت مری روڈ پر مسجد سیّداں کے سامنے سے گزرتا دیکھا،جلوس کے شرکاء نے نہ تو لاؤڈ سپیکر بند کئے اور نہ ہی ڈیک۔ بہت تھوڑی تعداد میں یہ لوگ نماز ادا کرنے مسجد میں آئے۔رات کو تھک تھکا کر یہ لوگ سڑک پر ہی اپنے ٹھیلوں اور کنٹینروں میں سو گئے۔صبح کی نماز میں بھی چند ہی لوگوں نے مسجد کا رُخ کیا۔باقی مسجد کے سامنے ہی سوتے رہے۔سورج کے طلوع ہونے کے ساتھ اُٹھے بینڈ باجوں کے شور میں اگلی منزل کو روانہ ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ سے تعلق اور محبت کا اہم ترین تقاضا صرف یہی نہیں کہ محض سال میں ایک دو دن ان کی یاد میں جھنڈیاں لگا کر بجلی کے قمقمے جلا کر نعرے لگا کر لنگر بانٹ کر اور جشن منا کر آپ ﷺ کی محبت اور اطاعت کا قرض اتار دیا جائے۔ <u>بلکہ اللہ کے رسول ﷺ سے تعلق اور محبت کا اہم ترین تقاضا تو نظام کفر کے خلاف جہاد اور بھلائی کے قیام کے لیے اپنے گھروں میں، معاشرے میں تجارت میں سیاست میں غرضیکہ زندگی کے ہر معاملے میں بندگی اور اطاعت صرف اور صرف اللہ اور رسول ﷺ کے لیے خالص کر دینا ہے۔زبان سے اگر کوئی لاکھ بار حبِ رسول کا دعویٰ کرے لیکن رسول ﷺ کی اتباع نہ کرے تو اس کے عمل کی کوئی وقعت اور کوئی قیمت نہیں۔</u>

ایسے کریم و رحیم،عفو و درگزر کرنے والے نبی کی اُمت کو اپنے ہادی اور رہبر کی یاد ضرور منانی چاہیے ہر وقت اور ہر روز منانی چاہیے۔یہی نہیں کہ سال میں ایک دو دن جلسے جلوس نکال کر محبت اور شفقت جتلا کر پھر دنیا کے خرافات میں گم ہو کر سب کچھ بھلا دیا جائے۔بلکہ اپنا احتساب

کرنا چاہیے کہ کیا ہم نبی ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل بھی کرتے ہیں۔ ہمارے روزمرہ کے معمولات کیا ہیں اور کیا وہ ہمیں اپنے پیارے رسول ﷺ کے قریب کرنے والے ہیں۔ اگر نہیں تو پھر جتنے بھی نعرے لگا لو، ڈیک بجا لو، سبیلیں لگا لو، لنگر بانٹ لو، کچھ بھی کام نہ دیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب ﷺ کی غلامی اور اطاعت میں زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

شیطان کا کردار

دنیا میں بھی جب کسی کو اعلیٰ اور اہم منصب پر فائز کرنا مطلوب ہو تو نہ صرف اس کے اخلاق و کردار اور خاندانی پس منظر کے بارے میں تحقیق کی جاتی ہے بلکہ اِسے سخت قسم کی تربیت سے بھی گذارا جاتا ہے تا کہ اس کی وفاداری اور پختگی کے بارے میں اطمینان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ انسان کو اپنے حریم محبت میں داخل کرنے سے پہلے اِسے اچھی طرح آزمائے اور اس کے خلوص کی پرکھ کر لے۔ اِس کے لئے ایک خاص کارندے کی ضرورت تھی جو مکر و فریب، ترغیب و تحریص اور جھوٹے وعدوں کے ذریعے انسان کو اللہ تعالیٰ کی محبت و اطاعت کے صراطِ مستقیم سے ہٹانے کی کوشش کرے۔ اِس منفی کردار کیلئے قرعہ فال ابلیس کے نام نکلا اور وہ اپنا کام بڑی مستعدی کے ساتھ انجام دے رہا ہے۔ وہ انسان کو دنیا کی زیب و زینت، لہو و لعب، فضول تماشوں اور لاحاصل سرگرمیوں میں ایسا الجھاتا ہے کہ وہ نماز اور ذکر کو ہی بھول جاتا ہے۔

(اقتباس از مقصودِ حیات: قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ)

سرورِ دو عالم ﷺ

(چوھدری محمد حسین)

ربیع الاوّل شریف میں اس عظیم ہستی کا یوم ولادت باسعادت ہے، جوزمین پر بسنے والے تمام انسانوں کے لیے رحمت بن کرتشریف لائے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق جوزمین وآسمان اوران کے درمیان، ذی روح ہی نہیں بلکہ ہرذی جان (جان اورروح میں فرق ظاہر ہے)اور ہر شے کے لیے (شعور کے مطابق) رحمت ہیں۔ربّ العالمین نے اپنے حبیب ﷺ کورحمت للعالمین بنا کربھیجا اوررحمت کواللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پرفرض کرلیا ہے کہ اس نے ہر شے پراس کے شعور کے مطابق رحمت کانزول کرنا ہی کرنا ہے۔(کُتِبَ عَلٰی نَفْسِہٖ رَحْمَۃٌ) رحمت للعالمین کتنی بڑی نعمت ہے جواللہ تعالیٰ نے ہمیں عطافرمائی جن پر کائنات کی ہر نوع کی ترقی وتکمیل کا دارومدار ہے۔دوسرے لفظوں میں جمادات نباتات حیوانات اورانسانیت کی نشوونما اورمقصد تخلیق تک رسائی کا اسی صفت رحمت پرانحصار ہے۔لہٰذا اس نعمت عظمیٰ کا جتنا بھی چرچا کیا جائے کم ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (اوراپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کیا کرو)

حضرت عیسیٰؑ نے تو اس نعمت کے مقابلے میں بہت ہی ادنیٰ نعمت کے نزول پرعید منائی جیسا کہ قرآن پاک میں ارشادخداوندی ہے۔

قال عیسیٰ بن مریم اللھم ربنا انزل علینا مآئدۃ من اسماء تکون لنا عید الاولنا و اخرنا و آیۃ منك

ترجمہ: عیسیٰ ابن مریم نے عرض کی کہ اے اللہ! اے ہمارے ربّ! ہم پرآسمان سے ایک خوان اتار اوروہ ہمارے لیے عید(خوشی) ہو ہمارے اگلوں پچھلوں کی اوروہ خوان تیری طرف سے نشانی ہو۔

مگران خوشیوں اور مسرتوں میں اسلامی اور مصطفوی وقار کو ہاتھ سے بالکل نہیں جانے دینا چاہیے جیسے نبی پاک ﷺ نے مدینہ والے انصار، جو سال میں ایک تہوار منانے کے عادی تھے، کو جشن نزول قرآن کا تہوار عید الفطر کے نام سے عطا فرمایا جو جشن کا جشن اور عبادت کی عبادت ہے اور عظمت اسلام کا نشان بھی۔ اسلام کسی ایسی حرکت کی اجازت نہیں دیتا جو خلاف شریعت محمدی ﷺ ہو۔ اس کی پیروی میں جشن عید میلاد النبی ﷺ میں کوئی حرج نہیں مگر پھر مشورہ ہے کہ اسلامی جشن اور باقی قوموں کے مسرت کے تہواروں میں بین فرق ضروری ہے۔

عید الفطر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پاک کتاب کے نزول کی یاد میں منائی جاتی ہے اور عید میلاد النبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمۃ للعالمین ﷺ کی ولادت کی یاد میں منائی جاتی ہے گویا کہ عید میلاد النبی ﷺ بھی عید الفطر کی طرح ہر غیر اسلامی طرز سے پاک ہونی چاہیے سب سے ضروری چیز غرباء ومساکین کو نہیں بھولنا چاہیے۔ بہت ہی اہم بات یہ ہے کہ جس ہستی کی یاد میں کوئی تہوار منایا جائے اس کی ہدایات پر عمل کیا جائے۔ جو خوشی ہدایات پر عمل کرنے کی ممدوح ذات کو ہوگی وہ محض قصیدے پڑھنے سے نہیں ہوگی، کو قصیدے کہنا کوئی عبث شے نہیں۔ آدمی اپنے دلی مبنی بر اخلاص جذبات کا اظہار کرتا ہے تو حضور پاک ﷺ خوش ہو کر انعام سے نوازتے ہیں۔

مثال کے طور پر ایک بزرگ شیخ بوصیریؒ جو عرصہ سے صاحب فراش تھے، ایک رات ان کے بھاگ جاگ اٹھے۔ انہوں نے حضور کی بارگاہ میں ایک محبت وعقیدت بھرا قصیدہ لکھا جس کا پہلا شعر ہے:

مولایٰ صل و سلم دائماً ابداً

علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضور نے خوش ہو کر خواب کی حالت میں زیارت مرحمت فرمائی۔ جسم پر ہاتھ مبارک پھیرا تو حضرت شیخ شفایاب ہو گئے۔ آپ ﷺ نے تحفہ کے طور پر چادر مبارک (ردا) عنایت فرمائی۔

شیخؒ نے اسی ردا کی نسبت سے قصیدہ کا نام قصیدہ بردہ رکھا جو چار دانگ عالم میں مشہور اور کثرت سے پڑھا جاتا ہے۔ اس کا ترجمہ بہت سی زبانوں میں ہو چکا ہے۔اس کے علاوہ ایک روایت کے مطابق شیخ سعدیؒ کا مشہور قصیدہ (بصنف رباعی)

بلغ العلیٰ بکمالہ ؕکشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ صلو علیہ و آلہ

کا چوتھا مصرعہ آپؒ سے موزوں نہیں ہو رہا تھا تو حضور اکرم ﷺ نے خواب میں رحمت فرمائی اور چوتھا مصرعہ صلو علیہ و آلہ عطا فرمایا۔

ایک روایت ہمارے نزدیکی زمانہ کی ہے کہ متاخرین میں سے ایک بزرگ جناب عبدالرحیمؒ جو کہ شاہ ولی اللہ کے والد بزرگوار تھے عید میلاد النبی ﷺ پر غریبوں مسکینوں کی دعوت کیا کرتے تھے ایک دفعہ ناداری کے سبب دعوت کا اہتمام نہ کر سکے تو چنوں پر درود پڑھ کر فقراء میں تقسیم کر دیے۔اسی رات مولانا عبدالرحیمؒ زیارت رحمت اللعالمین ﷺ سے مشرف ہوئے تو حضور نبی پاک ﷺ کے ہاتھ میں چنے ملاحظہ فرمائے اسی طرح کی اور بھی روایات ہیں۔

متذکرہ روایات عوام الناس کے خود ساختہ قصے کہانیوں میں سے نہیں بلکہ ثقہ بزرگوں کے ملفوظات اور تالیفات میں مذکور ہیں ان پر ایمان لانا بھی ضروری نہیں اور انکار کرنا بھی ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔

مگر جو فرائض منصبی آپ ﷺ کے ذمہ تھے، عملی طور پر آپ ﷺ نے ۲۳ سالوں کی قلیل مدت میں انہیں پایۂ تکمیل تک پہنچا کر ایک مثال قائم کر دی۔اس سے پہلے آسمان کے نیچے کسی نے اس قسم کا کارنامہ نہیں دیکھا تھا۔آپ ﷺ کے کارناموں کی تو کوئی انتہا نہیں جن کا احاطہ یہاں ناممکن ہے ان میں سے صرف دو کے تذکرہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱) ایک منصبی ذمہ داری کو تو آپ ﷺ نے خود اپنی ایک حدیث پاک میں بیان فرمایا ہے

اور دوسری اہم ذمہ داری کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔

تو پہلے حدیث پاک کے متعلق گزارشات کی جاتی ہیں اور بعد میں قرآن پاک کی آیت پر اظہار خیال کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

حدیث پاک کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "مجھے مکارم اخلاق یا حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہے" مذکورہ حدیث پاک کا اسلوب بیان ہی اس طرح کا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا مطلب ہی حسن اخلاق ہے اخلاق درست نہیں تو آدمی انسان نما تو ہوسکتا ہے انسان نہیں بلکہ حیوان سے بھی بدتر ہے۔ مسلمان سے اچھا کوئی انسان نہیں ہوسکتا کیونکہ ایک اچھا انسان ہی مسلمان ہے اور مسلمان ہی ایک اچھا انسان ہوتا ہے نبی پاک ﷺ نے سب سے پہلے اخلاق پر ہی زور دیا۔

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو رسالت کے تقریباً ۲۳ سال میں سے تیرہ سال کا مکی دور اخلاق ہی کی اصلاح میں گزرا کیونکہ اخلاق ہی اسلام کی بنیاد ہے باقی ہر شق اس بنیاد کی محافظ ہے اس لیے نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے اسی لیے تکمیل اخلاق پر اتنی محنت کی کہ آپ ﷺ کے صحابہ کندن بن گئے۔ کسی قسم کی میل نہ رہی۔ مس خام کو کندن بنا دیا۔ تمام صحابہ صاحبان عقل وفکر، وارثان روایات فلسفہ ومنطق، کشف وکرامات سے مزین عجز وانکساری کے پتلے، شرم وحیا کے مجسمے جرات بہادری کے پیکر، جود وسخا کے خوگر، صبر وحلم کے حامل، پیار ومحبت سے مرصع، ایثار وقربانی کے مرقع نظر آتے تھے۔ کونسی اعلیٰ خوبی ہے جو اس گروہ مقدسہ میں نہیں پائی جاتی تھی۔ صحیح معنوں میں خدائی صفات کا عکس اور اشرف المخلوقات ہونے کی سچی تعبیر تھے۔ اجنبی سے ملاقات کے وقت ایسے تپاک سے ملتے تھے جیسے اسے مدتوں سے جانتے ہوں سلوک میں خلوص ہوتا تھا ریا کاری کا شائبہ تک نہیں ہوتا تھا شفقت محبت اور دیرینہ دوستی کے ساتھ ملتے تھے کسی قسم کا دعویٰ نہیں کرتے تھے کسی کو برا اور خود کو اچھا نہیں کہتے تھے۔ پریشانی کے وقت ساتھی پر زیادہ توجہ دیتے تھے اس کا مسئلہ حل ہونے پر رعب نہیں جماتے تھے کبھی

کسی کو بددعا نہیں دیتے تھے مقناطیسی شخصیت وسیرت کے مالک تھے۔دل انکی طرف کھنچتے تھے۔ پاس بیٹھنے سے ایک قسم کا سکون ملتا تھا۔انبساط وفرحت کا احساس ہوتا تھا اور اللہ تعالی کی رحمتوں کے حصول کا یقین پیدا ہوتا تھا۔ایسا کیوں نہ ہوتا صاحب اسوہ حسنہ اور رب العالمین کی طرف سے بھیجے ہوئے رحمت للعالمین کے تلامذہ تھے۔یہ تو حالت وکیفیت تھی اس رشک کروبیاں کے گروہ کی۔اب ذرا اپنی حالت پر بھی نگاہ دوڑایے ہم اپنے ہی بھائیوں کی نسل کشی کے درپے ہیں تمام مسلمان ممالک دہشت گردی اور خانہ جنگی کی لپیٹ میں ہیں۔بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے دہشت گرد بھی مسلمان بلکہ مومن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور جنکا خون بہاتے ہیں وہ بھی مسلمان ہی ہیں۔بے شک گناہگار ہوں گے۔لیکن کافر تو نہیں ہیں۔انفرادی کردار واخلاق کے لحاظ سے مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ کینہ وبغض کا مجموعہ،حسد وعداوت کا مجسمہ،چغلی وغیبت انکا شیوہ قتل وغارت پیشہ،جعل سازی،دھوکہ دہی،لوٹ کھسوٹ منافقت وخودغرضی انکی سیاست وتجارت ہے۔کبروغرور انکا طرہ امتیاز ہے۔بےشرمی وبے حیائی کے پتلے بزدلی وخودغرضی اور شعار اسلام سے دوری،اقرباپروری اور ان بے شمار برائیوں میں غرق ہیں۔دنیا جہان میں ایسی کوئی برائی نہیں جس میں آج کا مسلمان مبتلا نہ ہو۔بحیثیت قوم مسلمانوں کی اخلاقی بدحالی نبی پاک ﷺ کے زمانہ کے کفار سے بھی ابتر ہے اسفل سافلین کے گڑھے کی تہہ میں ہیں۔

اگر اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی خوشنودی درکار ہے تو ایسے عملی کردار کی ضرورت ہے جس سے مسلمانوں کو ذلالت کے گڑھے سے نکالنے کی تدبیر ہو سکے۔سب سے پہلے تو ہر مسلمان کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے پھر اپنے گھر اور خاندان کے لوگوں پر خلوص کے ساتھ محنت کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ تحریک آگے پھیلتی جائے اور لوگوں (عوام الناس) کو ایسی جماعت کے ساتھ منسلک کرنے کی کوشش ہونی چاہیے جو تزکیہ اخلاق کے ذریعے مسلمانوں کو موجودہ حالت زار سے نکال کر عظمت رفتہ کے صراط مستقیم پر گامزن کر کے منزل مقصود پر پہنچا سکے۔ (جاری ہے)

محفل ذکرِ حبیب ﷺ

(ماجد محمود توحیدی)

باباجان قبلہ محمد صدیق ڈارؒ سے لوگ سوال کرتے تھے کہ پہلے یہ عید میلاد النبی ﷺ نہیں منایا جاتا تھا۔ کسی زمانے میں نہیں منایا گیا، نہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے دور میں، اور نہ اس کے بعد ایک بڑے عرصہ تک یہ منایا گیا۔ یہ چیزیں بعد میں پیدا ہوئیں اس لئے یہ نہیں منانا چاہیے۔ باباجان قبلہ محمد صدیق ڈارؒ نے فرمایا کہ ہمیں یہ بات نہیں کرنی چاہیے۔ وہ لوگ نہیں مناتے تھے ان کی اپنی ایک سوچ تھی، ان کا اپنا ایک طریقہ کار تھا۔ مزید فرمایا کہ میلاد النبی ﷺ کے بارے میں بزرگوں نے کہا کہ ضروری نہیں کہ میلاد پہلے نہیں ہوا تو اب بھی نہ کریں۔ کریں لیکن کسی طریقے سے کریں، با مقصد کریں۔ ہمیں معلوم ہو کہ یہ کس لئے ہم کر رہے ہیں۔ کیا میلاد منانے سے واقعی ہمارے اندر جوش و جذبہ پیدا ہوا؟ کیا ہماری اصلاح ہوئی ہے؟ یا اور لوگ اچھے ہو گئے ہیں؟ یا اخلاقی لحاظ سے ملک کی حالت اچھی ہو گئی ہے؟ اگر یہ ہو رہا ہے تو ضرور منائیں بڑی اچھی بات ہے۔ اگر ایسا نہیں ہو رہا اور یہ ایک میلہ یا تماشا بن گیا ہے تو اس کا فائدہ نہیں ہوگا۔

جہاں تک میلاد کا تعلق ہے تو اس سے بڑا واقعہ، اس سے نیک واقعہ، اس سے اچھا واقعہ انسانی تاریخ میں نہیں ہوا جو بات حضور ﷺ کی آمد سے ہوئی۔ اس سے بڑا، نیک، بابرکت، اور مقدس واقعہ انسانیت کیلئے کبھی نہ ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

امام الانبیاء، سرور کائنات، حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ کے یوم ولادت باسعادت کے موقع پر سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے مرکزی حلقہ ''گوجرانوالہ'' کے خادم حلقہ محترم محمد ریاض صاحب نے اپنے گھر ۱۲ ربیع الاوّل کی نسبت سے میلاد النبی ﷺ اور محفل ذکر کا اہتمام کیا۔ قرب و جوار کے حلقہ جات گکھڑ، نوشہرہ ورکاں، ڈسکہ اور گوجرانوالہ کے بھائی پہلے ہی سے مدعو تھے۔ پروگرام تقریباً 3 بجے شروع ہونا تھا۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ باباجان محمد یعقوب توحیدی

مرکز تعمیر ملت ''سے بھائی خالد محمود اور ماجد محمود کے ہمراہ محمد ریاض صاحب کے گھر وقت مقررہ پر تشریف لائے۔ بھائی محمد ریاض صاحب بابا جان محمد یعقوب توحیدی صاحب کو خوش آمدید کہنے کے لیے اپنے گھر سے باہر کھڑے تھے اور پیار سے بابا جان کو خوش آمدید کہا۔ بھائی جان کے گھر پہنچے تو وہاں مقامی حلقہ جات کے بھائیوں کی کثیر تعداد پہلے ہی سے موجود تھی۔ بابا جان نے مختلف حلقوں سے آئے ہوئے بھائیوں اور حلقہ کے بھائیوں کی خیریت دریافت کی۔ محفل وعظ وفیض نماز عصر تک جاری رہی۔ نماز عصر گوجرانوالہ کے بھائی حافظ عامر صاحب کی امامت میں ادا کی گئی۔

نماز عصر کے بعد محفل کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ قرآن پاک کی تلاوت کی سعادت گوجرانوالہ کے بھائی احمد رضا خان کے شاگرد جناب حافظ شاہق علی نے حاصل کی۔ تلاوت کلام پاک کے بعد بارگاہ رسالت میں نعت شریف کا نذرانہ وگل ہائے عقیدت بھائی جان احمد رضا کے ہی شاگرد جناب محمد عبداللہ اور ماجد محمود نے پیش کیا۔

مجلّہ فلاح آدمیت کے مدیر جناب احمد رضا خان نے نبی پاک ﷺ کی ولادت با سعادت کے حوالے سے گفتگو فرمائی۔ انہوں نے کہا آقا ﷺ کی آمد مومنین پر اللہ کا بہت بڑا احسان ہے اور اس احسان کا شکر ادا کرنے کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل کیا جائے اپنی زندگیوں کو آپ ﷺ کی تعلیمات کے سانچے میں ڈھال لیا جائے۔ تاکہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا حاصل کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے بارگاہ رسالت میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کرنے کی تاکید بھی کی تاکہ ہمارا قلبی وروحانی تعلق اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے مضبوط ہو اور ہماری باطنی تطہیر کا بھی سامان ہو۔

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ جناب قبلہ محمد یعقوب توحیدی مدظلہ نے اپنی گفتگو میں بھائیوں کو عمل کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا کہ اس دن ہمیں حضور سرور کائنات ﷺ کا سچا پکا اُمتی بننے کا عہد کرنا چاہیے اور اپنی شخصیت کو ان اوصاف حمیدہ سے مزین کرنے کا عزم کرنا چاہیے

جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا طرۂ امتیاز تھا۔تا کہ امت پھر اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکے۔

نئے آنے والے بھائیوں سے سلسلہ کی تعلیمات کا تعارف کرواتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ بانیٔ سلسلہ جناب خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے دو طرح کے ذکر تعلیم فرمائے ہیں۔ایک پاس انفاس اور دوسرا نفی اثبات ۔جن کو کرنے کا طریقہ اور تفصیل بانی سلسلہ کی کتب ''تعمیر ملت'' اور ''طریقت توحیدیہ'' میں موجود ہے۔ اور مجاہدہ کے طور پر بانی سلسلہ نے دو چیزوں کو اپنانے اور دو چیزوں کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے۔ترک کرنے والی دو چیزیں ''غصہ اور نفرت'' ہیں اور اختیار کرنے والی دو چیزیں ''عالمگیر محبت اور صداقت'' ہیں۔

یقیں محکم ،عمل پیہم ،محبت فاتح عالم

جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

محفل پریم چل رہی تھی کہ اذان مغرب سنائی دی۔نماز مغرب ادا کی گئی نماز مغرب کے فوراً بعد حلقہ ذکر شروع ہوا۔حلقہ ذکر گوجرانوالہ کے خادم حلقہ بھائی جان محمد ریاض نے کروایا۔ حلقہ ذکر کے بعد شیخ سلسلہ قبلہ بابا جان نے تمام توحیدی بھائیوں کی روحانی و اخلاقی ترقی اور پورے عالم اسلام کے اتفاق و اتحاد اور ترقی کے لیے خصوصی دعا فرمائی۔

آخر میں صاحب خانہ نے پرتکلف کھانے سے توحیدی بھائیوں کی تواضع کی اور بعد میں چائے بھی پیش کی گئی۔کھانا تناول کر کے بھائی قبلہ بابا جان سے الوداعی ملاقات کر کے اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہو گئے۔اس طرح ایک خوبصورت اور روحانی و نورانی محفل اختتام پذیر ہوئی۔

مرکز تعمیر ملت گوجرانوالا میں نئے ہال کی تعمیر

اللہ کے فضل و کرم سے شیخ سلسلہ قبلہ محمد یعقوب صاحب نے برادران حلقہ کی سہولت کے پیش نظر مرکز تعمیر ملت پر نئے ہال کی تعمیر کا افتتاح فرما دیا ہے۔

تقویٰ

(مرسلہ: فہد محمود بخاری)

''تقویٰ'' کے لغوی معنی ہیں کہ ''کسی چیز سے بچنا ،حفاظت کرنا'' یعنی انسان کو تمام نفسانی خواہشات جسمانی تقاضوں اور جذباتی عدم توازن سے اپنی حفاظت کرنا اور ہر اس چیز سے بچنا جو برائی کی تعریف میں آتی ہو۔نفس کو اس چیز سے محفوظ رکھنا جس سے اس کو ضرر کا خوف ہو۔ تقویٰ ہر اس چیز سے بچنے کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ سے دور کردے ۔اپنے دل کو غفلتوں سے، نفس کو شہوتوں سے، حلق کو لذتوں سے اور اعضاء کو گناہوں سے بچالینا تقویٰ ہے ۔معصیت پر اور اپنی عبادت پر ناز اور اعتماد نہ کرنا تقویٰ ہے۔اسی حفاظت اور احتیاط کو تقویٰ کہتے ہیں ۔اصطلاحِ شریعت میں انسان کا ان کاموں سے بچنا جو اس کیلئے آخرت میں غضب خداوندی کا باعث ہوں تقویٰ کہلاتا ہے۔

تقویٰ کے جامع ترین معنی یہ ہیں کہ ہر اس چیز اور کام سے اجتناب کرنا جس سے دین کو نقصان پہنچنے کا خوف ہو۔تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ ہر اس برائی سے دل کو دُور رکھنا تا کہ گناہوں سے دور رہنے کا عزم ان سے حفاظت کا ذریعہ بن جائے ۔نفس کو پورے عزم وثبات سے ہر معصیت سے روکا جائے اور ہر طرح کے فضول حلال سے بھی دُور رکھا جائے ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب الاحبارؓ سے پوچھا! مجھے بتایئے تقویٰ کیا ہوتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ کیا آپ کبھی خاردار، دشوار راستے سے گزرے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا: ہاں! تو حضرت کعبؓ نے پوچھا بتاؤ خار دار جھاڑیوں والے راستے سے گزرتے ہوئے تمہارا طریقہ کار کیا ہوتا ہے، آپ نے فرمایا احتیاط کرتا ہوں، دامن بچا کر چلتا ہوں اور دامن سمیٹ سمیٹ کر گزرتا ہوں کہ کہیں دامن الجھ نہ جائے ۔حضرت کعبؓ نے فرمایا یہی تقویٰ ہے ۔گویا یہ دنیا ایک خاردار جنگل ہے دنیاوی لذات اور خواہشات نفسانی اس کی خاردار جھاڑیاں ہیں، جو ان خواہشات

ولذات کے پیچھے پڑ گیا تو اس نے اپنا دامن تار تار کرلیا اور جو بچ گیا وہ صاحبِ تقویٰ ہوا۔

تقویٰ اور پرہیز گاری کے بغیر انسان میں وہ انسانیت پیدا نہیں ہوسکتی جو اسلام کو مطلوب ہے۔تقویٰ اسلام کی روح اور اس کی بنیاد ہے۔عظمت و بزرگی کا حقیقی معیار تقویٰ ہے۔ تقویٰ باری تعالیٰ کے قرب و رضا کا وسیلہ اور اس کی محبت کی نشانی ہے۔یہ قبولیت اعمال کا ذریعہ اور راہِ مستقیم پر استقامت کا ضامن اور جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔تقویٰ سے عقائد میں رسوخ، ایمان میں پختگی، اعمال میں اخلاص اور کردار میں حسن پیدا ہوتا ہے۔دنیا میں بھی آسمان و زمین سے برکتوں کے دہانے کھول دینے کا وعدہ اُن سے کیا گیا ہے جو ایمان اور تقویٰ کی صفت سے آراستہ ہوں۔اطمینان و سکون اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کو دیتے ہیں جن کے دل میں اللہ کی محبت ہو، اسکی یاد ہو اور جن کا دل اللہ کے ذکر سے آباد ہو۔خوش قسمت اور قابل تحسین ہیں وہ لوگ جو معاشرے کی عام رو میں بہنا پسند نہیں کرتے اور اپنی خواہشات کو کنٹرول میں رکھ کر بے قابو نہیں ہونے دیتے۔

تقویٰ پر ہی ساری زندگی کا دارومدار ہے۔تقویٰ اختیار کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کو ڈھال بنالیتا ہے۔ہر قسم کے خطرات، ہر قسم کے ظاہری و باطنی شر اور فساد اور نقصان سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجاتا ہے۔کیونکہ صرف اللہ ہی کی ذات ہے جو ہر قسم کے نقصانات سے بچاسکتی ہے اور وہی ہے جس کی امان میں آکر انسان ہر قسم کی راحت اور سرور حاصل کرسکتا ہے۔ (اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا) اور جن کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہو جائے تو وہ دنیا کی ہر چیز سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔

جب انسان زہد و تقویٰ کی زندگی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی طرح اس انسان کو بھی اپنی رحمت اور اپنے فضل سے اس کو نقصان پہنچانے والی چیزوں سے محفوظ کرلیتا ہے اور انسان کے کاموں کا خود کفیل بن جاتا ہے۔

دراصل تقویٰ ایک ایسی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر انسان اپنے معبودِ حقیقی کے قُرب کو

پالیتا ہے اور اپنی پیدائش کے مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے تقویٰ پر بہت زور دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں متقی کو سب سے زیادہ معزز اور مکرم قرار دیا ہے۔ (اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ)

جو شخص تقویٰ کی راہ پر چلنے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے نفس اور دل کو مصائب و مشکلات برداشت کرنے پر مضبوط کرے۔ ایک ظاہری لباس کے علاوہ ایک معنوی لباس بھی ہے وہ تقویٰ کا لباس ہے جو رذائل کو ڈھانپتا ہے اور خصائل کو مزین کرتا ہے۔ تقویٰ ایک ایسی دولت ہے کہ اس کے حاصل ہونے سے انسان اللہ تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو کر نقش وجود مٹا سکتا ہے۔ کمالِ تقویٰ یہی ہے کہ اس کا اپنا وجود ہی نہ رہے۔

بندۂ مومن کو ہر وقت اس کوشش میں لگے رہنا چاہیے کہ کوئی چیز راہِ دین سے غفلت کا سبب نہ بنے، شیطانی طاقتیں اس پر غالب نہ آئیں، نفس امارہ اُسے اپنے دامن میں نہ لے لے اور یہ سب کچھ عمل پیہم اور جہدِ مسلسل سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ فکر اور جذبہ صادق اور عزم مصمم اس سلسلہ میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اکثر دُعا یوں فرمایا کرتے: اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ اور عفت وغنا کا سوال کرتا ہوں۔''

جس قدر کوئی اعلیٰ و مفید کام ہوتا ہے اسی قدر اس کا حصول دشوار ہوتا ہے اور اتنی ہی زیادہ مشقت و جدوجہد کا تقاضہ کرتا ہے اتنی ہی زیادہ بلند ہمتی چاہتا ہے۔ لہٰذا جس طرح یہ تقویٰ ایک نفیس و اعلیٰ چیز ہے اسی طرح اس کے حصول کے لئے عظیم مجاہدے اور شدید جدوجہد کی ضرورت ہے کیونکہ درجات حسبِ مجاہدہ عطا ہوتے ہیں اور جس درجے کی کوشش کی جاتی ہے اسی درجے کا ثمرہ ملتا ہے۔ آیئے! کوشش اور جدوجہد سے حصولِ تقویٰ کیلئے عملی اقدام اُٹھائیں۔

آنکھ کی حفاظت: آنکھ ہر فتنے اور ہر آفت کا سبب ہے۔نظروں کو جھکائے رکھنا مومنوں کی نیکیوں کو بڑھانے اور زیادہ کرنے کا باعث ہے،بدنظری دل میں شہوت کی تخم ریزی کرتی ہے اور اس گناہ کا ارتکاب کرنے والے کو فتنے میں مبتلا کر دیتی ہے۔جب کوئی شخص نظر کو لایعنی اور بے فائدہ امور سے باز رکھے گا تو وہ عبادت میں لذت اور اطاعت میں حلاوت اور دل میں صفائی محسوس کریگا جس سے قبل ازیں خالی تھا۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ غیر محرم عورت کے حُسن و جمال پر نظر ڈالنا ابلیس کے زہر سے بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے تو جو شخص ایسا کرنا ترک کردیگا، اللہ تعالیٰ اسے سرور آمیز عبادت کا مزا چکھائے گا۔

کان کی حفاظت:۔ اپنے کانوں کو بُری اور فضول باتوں کے سننے سے محفوظ رکھو، اگر بری باتیں سنو گے تو دل میں وسوسے اور خیالات پیدا ہوں گے اس کے بعد تم خیالات میں گُم و مستغرق ہو جاؤ گے تو لازماً عبادت میں غیر معمولی رکاوٹ پیدا ہوگی۔اچھی اور پاکیزہ گفتگو سے ایمان تازہ ہوتا ہے اور بُری گفتگو سے مُردہ ہو جاتا ہے اور دل وسوسوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے خیالات سے دل کو پاک رکھنا ضروری ہے۔

زُبان کی حفاظت:۔ زبان کی حفاظت و نگہداشت اور فضولیات و لغویات سے اسے باز رکھنا ضروری ہے کیونکہ زیادہ سرکشی اور سب سے زیادہ فساد و نقصان اسی عضو (زُبان) سے رونما ہوتا ہے اور یہ سب سے زیادہ ضرر رساں اور خطرناک ہے اس پر کنٹرول کرنے کیلئے بڑی کوشش و جدو جہد کی ضرورت ہے۔حفظِ زبان سے اعمال صالحہ کی حفاظت ہوتی ہے زبان (تباہ کرنے میں) گھات میں چھپے ہوئے شیر کی مانند ہے جو موقع پا کر غارت گری کرتا ہے اس لئے اسے خاموشی کی لگام دے کر لغویات سے بند رکھو۔زبان سے غیبت ہوتی ہے جس کی وجہ سے انسان کا دل ہدایت سے ہٹ جاتا ہے اور ویرانے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ایک شخص نے کسی کو فضول گفتگو کرتے دیکھا تو کہا کہ تیرے لئے خرابی ہو، تیری یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونگی۔

متبسم چہرہ فتح یاب ہوتا ہے

(حمیداللہ حمیدی)

کسی گلشن میں رنگ برنگ پھولوں کا جشن دیکھنے چلے جائیں۔ کسی دامن کوہ میں گھنے درخت تلے بیٹھ کر قدرت کے حسین نظاروں کا مشاہدہ کریں۔ ساحل سمندر پر کھڑے ہو کر رقص کرتی لہروں کا نظارہ کریں یا رات کو چمکتے ستاروں کے جھرمٹ میں روشن چاند کا دل فریب منظر دیکھیں، تو قدرت کا ہر حسین شاہکار اور مظاہر فطرت ہمیں مسکراتے اور زندگی کا پیام دیتے نظر آتے ہیں۔ قدرت کے تخلیقات رنگ و نور، نغمات و خوشبو انسان کو یہ سبق دیتے ہیں کہ جینے کیلئے مسکرانا سیکھیے۔

مسکراہٹ انسانی چہرے کا حسن ہی نہیں بلکہ ایک بلا قیمت، آسان ترین اور منافع بخش نسخہ بھی ہے اور علاج غم بھی۔ مسکراہٹ زندہ دلوں کی علامت اور بہادر لوگوں کی صفت بھی ہے۔ مسکراہٹ میں وہ کرشماتی تاثیر و قوت ہے کہ سخت دل لوگ بھی مسکراہٹ کی ایک ہی جھلک سے گرفت میں آجاتے ہیں اور انسان زندگی کے مشکل حالات سے بھی بہ آسانی گزر جاتا ہے۔ چہرے کی سنجیدگی اور اداسی سے جسمانی اور اعصابی تناؤ بڑھ جاتا ہے۔ چہرے کا قدرتی حسن پھیکا پڑ جاتا ہے اور مخصوص کشش ختم ہو جاتی ہے۔

اپنے چہرے کا جائزہ لیں اگر اس پر کرختگی، سنجیدگی اور پھیکے پن کا غلاف چڑھا ہے تو پُر مسرت زندگی کیلئے اسے اُتار پھینکیں۔ ایک لٹکے ہوئے اداس چہرے کو کوئی پسند نہیں کرتا جس طرح مرجھائے ہوئے پھول کو کوئی پسند نہیں کرتا اور صرف شگفتہ کھلے ہوئے پھولوں کو ہی لوگ اپنے کالر یا گملے میں سجانا پسند کرتے ہیں۔ سچی مسکراہٹ انسان کے خلوص اور محبت کی علامت ہوتی ہے۔ یہ پھولوں کی مہک کی طرح ہمارے دلوں کے اندر پوشیدہ رہتی ہے اسے دبا کر نہ رکھیں اور نہ ہی اس کے استعمال میں بخل سے کام لیں۔ یہ ایک سائنسی حقیقت ہے کہ مسکراہٹ چہرے کا

حسن ہی نہیں بلکہ بہت سی نفسیاتی بیماریوں کا بھی علاج ہے۔اگر آپ اداس ہیں تو آس پاس کا تمام ماحول ملول نظر آئے گا لیکن جونہی آپ دل کی گہرائیوں سے مسکراتے ہیں تو ہر چیز مسکراتی اور پُرمسرت دکھائی دے گی۔انسان کا چہرے کے اتار چڑھاؤ، اس کے خیالات اور اس کے ماحول سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔جو لوگ روزمرّہ زندگی کے معاملات (ملازمت یا تجارت) مسکراتے ہوئے طے کرتے ہیں وہ اکثر کامران رہتے ہیں۔کیونکہ متبسم انسان پُراعتماد اور پُریقین ہوتا ہے۔ مسکراہٹ میں کامیابی و کامرانی کا راز پوشیدہ ہے۔ایک سچی مسکراہٹ کاروباری زندگی اور دکانداری میں طلسماتی اثر دکھاتی ہے۔ایک اُترے ہوئے اور کرخت چہرے والے سیلز مین کے پاس کوئی گاہک ٹھہرنا بھی پسند نہیں کرے گا۔

ایک کروڑ پتی کا قول ہے :

☆...... میں اپنی مسکراہٹ سے ایک لاکھ ڈالر کا فائدہ حاصل کرسکتا ہوں۔

ایک چینی کہاوت ہے:

☆...... جو مسکرانا نہیں جانتا وہ دکانداری نہیں کرسکتا۔

جاپان میں ایک "COURTESY SCHOOL" قائم کیا گیا ہے جہاں مختلف کمپنیوں کے ملازمین، سیلز مین، نمائندوں اور تعلقات عامہ (Public Relation) کے آفیسرز کو خوش اخلاقی، خوش کلامی اور معاملات زندگی میں مسکرانے کی عملی تربیت دی جاتی ہے۔اور انہیں خوش اخلاقی اور مسکراہٹ کے انسانی زندگی پر خوشگوار اثرات، معاشرے میں، کاروبار اور دیگر معاملات زندگی میں اس کے منافع بخش نتائج وثمرات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔

فخر کائنات، محسن انسانیت ﷺ کی حیات مقدسہ کی ایک ایک جھلک سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں عزیز و اقارب و دوست و احباب ہر اجنبی اور معاشرے کے ہر فرد کے ساتھ حسن خلق، شیریں کلامی، خوش مزاجی، خندہ پیشانی اور متبسم چہرے کے ساتھ نباہ کرنا چاہیے۔آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا ایک ایک ورق ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

حضرت اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کی روز مرّہ زندگی کی ایک روشن جھلک دکھاتے ہوئے فرماتی ہیں:

☆...... آپ ﷺ جب بھی گھر میں داخل ہوتے تو آپ ﷺ کے چہرہ پُر جمال پر مسکراہٹ ہوتی۔ آپ ﷺ اکثر تبسم فرمایا کرتے تھے اور تبسم کی حد سے تجاوز نہ فرماتے اور قہقہہ بھی نہ مارتے کیونکہ تبسم میں حسن وقار اور اعتدال ہے۔

☆...... میں نے حضور نبی کریم ﷺ کے چہرے سے زیادہ مسکراتا ہوا کوئی چہرہ نہیں دیکھا تبسم میں ایک جادوئی قوت ہے جس کے استعمال سے بہت سے نفسیاتی اور مالی فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

☆...... مسکرانے سے زندگی میں نیا ولولہ پیدا ہوتا ہے۔

☆...... مسکرانے سے جسمانی و اعصابی تناؤ میں کمی ہوتی ہے۔

☆...... مسکرانے سے بلڈ پریشر کم ہوتا ہے۔

☆...... کاروباری معاملات طے کرنے اور گھریلو ناچاقیاں مٹانے میں مدد ملتی ہے۔

☆...... مسکراہٹ دوست بنانے اور ہر دلعزیز بننے میں تیر بہدف ثابت ہوتی ہے۔

☆...... مسکراہٹ زندگی کے ہجوم غم میں شادمانی دیتی ہے۔

☆...... مسکراہٹ سے دل میں خوشی، آنکھوں میں چمک اور چہرے پر کشش پیدا ہوتی ہے۔

زندگی میں شادمانی اور کامرانی کیلئے دل سے مسکرانا سیکھئے۔ مسکراتے ہوئے معصوم بچے اور شگفتہ پھولوں سے سب ہی پیار کرتے ہیں۔ صبح کا آغاز مسکراتے ہوئے کریں۔ مسکراتے ہوئے کام پر جائیں اور مسکراتے ہوئے گھر میں داخل ہوں۔ پریشانیاں ایک فطری امر ہیں، ان کا سامنا بھی مسکراتے ہوئے کیجئے اور ایک دن آپ کا دامن خوشیوں سے بھر جائے گا۔

☆مترنم آواز فتح یاب ہوتی ہے لیکن ایک متبسم چہرہ اس سے زیادہ فتحیاب ہوتا ہے۔

جمعہ۔صالحین کی عید کا دن

(شاھد زبیر)

اہل کتاب کے ہاں اجتماعی شعور کے تحت ہفتہ میں ایک دن اجتماعی عبادت کیلئے مخصوص تھا۔ یہودی ہفتہ کے دن کوفرعون کی غلامی سے بنی اسرائیل کی آزادی کے دن کے طور پر ممتاز سمجھتے تھے۔عیسائیوں کے ہاں یہ عقیدہ تھا کہ اس روز حضرت عیسیٰؑ صلیب پر جان دینے کے بعد آسمان کی طرف اُٹھائے گئے۔رومی سلطان کے ایک حکمنامہ کے تحت 321ء میں اسے تعطیل کے دن کے طور پر رائج کیا گیا۔اسلام نے شعار ملت کے طور پر جہاں اورتہواروں کے دن مقرر کئے وہاں اجتماعی عبادت کے لئے جمعہ کا دن مخصوص فرمایا۔سورۂ جمعہ اگر چہ جمعہ کے احکام کی با قاعدہ سورۂ نہیں ہے اوراس میں جمعہ کا دن بھی علامتی طور پر آیا ہے تا ہم اس میں اس کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ درحقیقت ایک مرتبہ جمعہ کی نماز میں عین اس وقت جب نبی اکرمﷺ خطبہ ارشادفرما رہے تھے، ایک تجارتی قافلہ کی آمد پر حاضرین نماز مسجد نبوی سے خریدوفروخت کیلئے دوڑ گئے،اس وقت وعید آئی کہ نماز چھوڑ کر کسی اورطرف راغب ہونا کڑے مواخذے کا سبب ہے۔اس وقت خریدوفروخت ترک کرنے کے حکم کا مطلب،نماز کی فکراوراس کے اہتمام کے سواتمام مصروفیات ترک کرنا ہے۔ اس تاکید کے بعد نماز کے سامنے دنیا کے تمام خزانے مومنین کیلئے ہیچ ہو گئے۔حتیٰ کہ سورۂ نور میں تصدیق کی گئی۔

ترجمہ: "یہ وہ لوگ ہیں جن کو تجارت اورخریدوفروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔"

سورۂ جمعہ میں ارشاد ہوا:

ترجمہ: "اے ایمان والو! جب جمعہ کیلئے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اورخرید وفروخت ترک کردو،یہ تمہارے لئے بہتر ہے ۔"

جمعہ کی فرضیت کا حکم آپﷺ نے پہلے ہجرت کر کے مدینہ پہنچ جانے والوں کو صادر کیا

تھا۔حضور نبی کریم ﷺ نے اس نماز کے وقت کو بہترین اطاعت کے وقت کے طور پر معلوم کرلیا تھا جب اللہ کو اپنے خاص بندوں کے ساتھ خاص قرابت ہوتی ہے اوران کی دُعائیں ردّ نہیں کی جاتیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

"بہترین دنوں کا جس میں آفتاب طلوع ہوتا ہے۔دن جمعہ کا ہے"

اس دن کے طلوع ہونے سے پہلے اس کی رات آتی ہے جس کے بے شمار فضائل بیان کئے گئے ہیں۔اس رات میں کی گئی دُعا قبول کی جاتی ہے۔حضرت یعقوبؑ نے شب جمعہ کو ہی اپنے فرزندان کی مغفرت کی دُعا فرمائی تھی۔غنیۃ الطالبین میں درج ہے کہ علماء کی ایک جماعت نے شب جمعہ کو بڑی فضیلت دی ہے، کیونکہ شب جمعہ بار بار آتی ہے اوراس کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کی شب عشاء کی نماز میں اور پھر جمعہ کی نماز میں بھی سورۂ منافقون تلاوت فرمایا کرتے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا "جمعہ کی رات روشن رات اور جمعہ کا چمکتا دن ہے"۔..

جمعہ کی بے شمار فضیلت ہے۔صالحین کے نزدیک یہ عید کا دن ہے اوراس کا اہتمام بھی عید ہی کیطرح کیا جاتا ہے۔اس دن غسل کرنا اور زینت کرنا دونوں مستحب ہیں بلکہ اس روز غسل میں تاخیر پر وعید آئی ہے۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جمعہ کے دن غسل بالوں کی جڑوں تک (صغیرہ) گناہوں کو کھینچ لیتا ہے۔" (طبرانی)

اور ارشاد فرمایا: "جمعہ سے افضل میری اُمت کی کوئی عید نہیں۔"

اس دن نبی کریم ﷺ نماز جمعہ کیلئے جانے سے پہلے اپنے ناخن اور لبیں تراشا کرتے تھے۔

جمعہ کے دن کا صدقہ چاہے وہ روٹی کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو، بہترین ہے، اسی روز حضرت آدمؑ پیدا کئے گئے اور جنت میں داخل کئے گئے۔اسی روز قیامت برپا ہوگی۔

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جمعہ کی نماز کے وقت چھ لاکھ انسان دوزخ سے رہا فرماتا ہے۔ اس وقت مرنے والا قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے اور شہادت کے درجے پر فائز کیا جاتا ہے۔

ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو مومن جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات مرے گا اللہ تعالیٰ اسے قبر کے عذاب سے نجات دے گا۔"

ایک اور روایت ہے کہ اس سے قیامت کے روز حساب نہیں لیا جائے گا۔ اس روز نماز جمعہ سے فارغ ہونے والا اگر سورۂ فاتحہ، اخلاص، فلق اور ناس سات سات بار پڑھے تو اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔ اس دن کی ایک ساعت جو انتہائی معزز اور قیمتی ہے، حدیث کے مطابق اس ساعت میں مانگنے والے کی مُراد بَر آتی ہے۔ نسائی نے ابوسعید خدریؓ سے ایک روایت لکھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے گا، اس کے لئے دونوں جمعوں کے درمیان ایک نور چمکتا رہے گا۔"

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور شروع سے آنے والوں کے نام یکے بعد دیگرے لکھتے ہیں"۔

ابن ماجہ سے نقل ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، اس روز دو فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ درود میرے حضور پیش کیا جاتا ہے۔

احکام جمعہ: نماز جمعہ کے لئے شہر کا ہونا، خطیب کا میسر ہونا، جماعت کا موجود ہونا، نماز کیلئے ظہر کا وقت ہونا، کاروبار کا ترک کرنا، غسل کرنا، صاف ستھرا لباس پہننا اور خوشبو کا استعمال کرنا ضروری ہے۔ اس میں چالیس آزاد اور بالغ نمازیوں کی شرکت ضروری ہے۔ مریض، مسافر، عورتیں، بچے، غلام اور مجنوں لوگوں کے علاوہ سب لوگوں پر لازم ہے کہ نماز جمعہ میں شریک ہوں۔ نماز جمعہ کے خطبہ کے وقت نہ تو کوئی نماز جائز ہے اور نہ ہی بات چیت کی اجازت ہے۔ ساری توجہ نماز کی طرف لازمی ہے۔ اس وقت فرشتے بھی مسجد کے اندر آجاتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

سورۂ اعراف میں حکم ہے کہ: ''جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

عروہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب امام منبر پر بیٹھ جائے، پس کوئی نماز جائز نہیں۔'' پھر نماز کھڑی ہو جائے تو حکم ہے کہ نماز کی طرف سکون اور وقار کے ساتھ چلتے ہوئے آؤ، بھاگتے نہ آؤ، پھر جتنی نماز مل جائے اس میں شامل ہو جاؤ اور جتنی چھوٹ جائے اسے بعد میں پورا کر لو۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''لوگوں کو چاہیے کہ نماز جمعہ ہرگز ترک نہ کریں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے اس گناہ کی سزا میں دلوں پر مہر لگا دے گا۔'' (مسلم)

جمعہ کی نماز کی فضیلت میں احادیث اور بے شمار مستند حوالے موجود ہیں اور ان میں بے شمار انعامات کا ذکر ہے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص جمعہ کے دن چاشت کی دو رکعتیں پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے سو نیکیاں لکھتا ہے۔ اس کے سو گناہ مٹا دیتا ہے۔'' نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ شکایت چشم، فقر، برص اور جنون سے امن میں رہے تو اسے چاہیے کہ جمعہ کے روز ناخن کٹوایا کرے۔ ابن عباسؓ نے نبی کریم ﷺ کے حوالے سے بتایا کہ جو شخص بعد ادائے جمعہ کے سُبْحَانَ اللّٰہِ العظیم وَ بِحَمْدِہٖ ایک سو مرتبہ پڑھتا ہے، اللہ کریم اس کے ایک لاکھ گناہ اور اس کے والدین کے چوبیس ہزار گناہ بخش دیتا ہے۔

جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے کی علماء وصلحاء اور شیوخ نے خاص تاکید فرمائی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن سو مرتبہ درود شریف پڑھنے والے کو قیامت کے دن ایسی روشنی نظر آئے گی کہ اس روشنی کو ساری مخلوق پر تقسیم کیا جائے تو سب کو کافی ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر اسی بار درود بھیجے گا اس کے اسی سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (بشکریہ: روزنامہ جنگ ۲۸ دسمبر ۲۰۰۱)

اصلاحِ باطن - صحبتِ بد سے پرہیز

(حافظ محمد ہارون)

انسانی بگاڑ کا ایک سبب صحبت بد ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر شخصیت، ہر انسان بظاہر وہ اہم شخصیت نظر آتی ہو یا غیر اہم شخصیت، اس پر خاص قسم کی کیفیات ہوتی ہیں۔آپ اس کے پاس سے گزر جائیں تو وہ کیفیات آپ پر منعکس ہوں گی، اس کا اندازہ نہ ہو، یہ ایک علیحدہ بات ہے۔لیکن اگر آدمی آنکھیں کھول کر کسی شخص کے قریب جاکے بیٹھے تو ان کیفیات کا اس کو اندازہ ہوسکتا ہے، اور یہ کیفیات متعدی ہوتی ہیں۔دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں ذرا سی اور تشریح میں عرض کروں کہ ہر شخص پر دو کیفیتوں میں سے ایک کیفیت ضرور ہوگی یا تو اس شخص پر اللہ تعالی کی طرف سے رحمت نازل ہورہی ہوگی یا لعنت نازل ہورہی ہوگی تیسری کیفیت نہیں ہے۔رحمت کا مفہوم تو آپ سمجھتے ہیں کہ کیا ہے، قرآن مجید میں اس کا کثرت سے ذکر آیا ہے، جب حضرت ابو بکر صدیقؓ غارِ ثور میں پریشان ہوگئے تھے تو ان پر رحمت و سکینت نازل ہوئی اللہ تعالی نے اپنی سکینت ان پر نازل کی۔(التوبہ)

یہ رحمت ایک خاص کیفیت ہے جو انسان کو ایک خاص قسم کی شخصیت عطا کردیتی ہے۔خاص قسم کے اعمال پر ہمت اور توفیق دیتی ہے، رحمت کے منقطع ہونے کی کیفیت کو لعنت کہتے ہیں، لعنت بذات خود کوئی چیز نہیں ہے، عربی زبان میں لعنت کہتے ہیں: اللہ تعالی کی رحمت کے بند ہوجانے کو۔کائنات کی ہر چیز پر اللہ تعالی کی رحمت نازل ہوتی ہے، صرف انسانوں پر ہی نہیں ہر چیز پر نازل ہوتی ہے، بعض اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالی کی رحمت کے منقطع ہونے کا سبب بنتے ہیں، بعض جگہیں بعض شخصیات بھی ایسی ہوتی ہیں کہ بعض وجوہات کے تحت اللہ تعالی کی رحمت ان سے منقطع ہوجاتی ہے، اس منقطع ہوجانے کو ہم لعنت کہتے ہیں، یہ اللہ تعالی کی ناراضگی کا نتیجہ ہے تو معلوم ہوا کہ دو چیزوں میں سے ایک چیز اللہ تعالی کی محبت اس کی عنایت اور

اس کے فضل کا مظہر ہے، دوسری چیز (لعنت) اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی طرف سے عذاب کا ایک مظہر ہے، رحمت انسان کو نیک اعمال کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے، یہاں پر یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ مجبور کرتا ہے انسان کو نیک اعمال پر بھی، برے اعمال پر بھی، حقیقت یہ ہے کہ رحمت کا سبب بھی انسان خود ہے اور لعنت کا سبب بھی انسان خود ہے، اس کے بعد نتائج نکلتے ہیں وہ آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں، اس میں اگر انسان رحمت چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ رحمت دیتے ہیں، نیک اعمال کی توفیق چاہتا ہے تو نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے، برے اعمال کی توفیق چاہتا ہے، برے اعمال کی توفیق ملتی ہے، ابتدا تو انسان خود ہی کرتا ہے لیکن آگے بات اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھا دی جاتی ہے، یہ کیفیت متعدی ہے یعنی یہ دوسرے شخص پر منعکس ہوتی ہے، رحمت کی کیفیت بھی اور لعنت کی کیفیت بھی۔

میں ایک شیخ کے یہاں بیٹھا ہوا تھا، میں نے ان سے پوچھا، حضرت! اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ اور علماء صالحین کی صحبت اختیار کرنی چاہیئے؟ اس پر آخر اس قدر زور کیوں دیا جاتا ہے؟ گرمی کے دن تھے، دیہات میں بیٹھے تھے ایک شخص ان کو پنکھا جھول رہا تھا کہنے لگے، پنکھے کی ہوا آ رہی ہے؟ میں نے کہا آ تو رہی ہے کہنے لگے یہ شخص پنکھا میرے لئے ہلا رہا ہے، تمھارے لئے نہیں ہلا رہا لیکن ہوا تمہیں بھی آ رہی ہے، ایک جگہ پر بارش ہو رہی ہوتی ہے لیکن اس کی پھوار اس کی نمی، اس کی رطوبت، اس کی قریب کی جگہ پر خود بخود منتقل ہوتی چلی جاتی ہے، بالکل اسی طرح صالحین، علماء، ربانیین اور اولیاء اللہ پر ان کے نیک اعمال اور کثرت ذکر و عبادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ایک خاص رحمت ہر وقت نازل ہو رہی ہوتی ہے اور جو بھی ان کے قریب آ بیٹھتا ہے، ان پر بھی رحمت نازل ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے ایک جگہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی بات سننے سنانے کیلئے یا ذکر کیلئے جمع ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے کائنات میں کچھ فرشتے مقرر کئے ہیں جو صرف ان لوگوں کیلئے اور ان پر سایہ کرنے کیلئے ہیں تو وہ اطلاع کرتے ہیں کہ یہ ایک مجلس ہے جہاں تم آ سکتے ہو۔

فرشتے اس جگہ کو گھیر لیتے ہیں اور یہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے، ایک شخص جو کسی اور کام کیلئے جارہا تھا انہیں دیکھ کر وہاں پرتھوڑی دیر کیلئے رک جاتا ہے، مجلس ختم ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے یہ لوگ کیا کر رہے تھے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں یہ لوگ آپ کی محبت میں کچھ باتیں کر رہے تھے، آپ کا ذکر کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ پوچھیں گے (حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں) کیا ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہے؟ دیکھا تو نہیں، اچھا تو یہ لوگ اگر مجھے دیکھ لیتے تو پھر ان کی کیا حالت ہوتی؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اور بھی زیادہ ذکر کرتے، اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں یہ لوگ کس چیز کی خواہش رکھتے ہیں؟ جواب آتا ہے جنت کی تو ارشاد ہوتا ہے کہ" کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ دیکھا تو نہیں ہے، اگر جنت دیکھ لیں تو ان کی کیفیت کیا ہوگی؟ تو اور بھی رغبت سے آپ کا ذکر کریں گے اور آپ کی باتوں میں لگیں گے، اطاعت کریں گے، کس چیز سے یہ لوگ بچنا چاہتے ہیں؟ جہنم سے، جہنم کو دیکھا ہے؟ وہ تو نہیں دیکھا" اگر جہنم کو دیکھ لیتے تو کیا کیفیت ہوتی؟ اور بھی رغبت سے آپ کی طرف مائل ہوتے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم گواہ رہو کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ فرشتے کہتے ہیں یا اللہ ان میں سے ایک آدمی ایسا بھی آیا تھا جو اس مجلس کیلئے نہیں آیا۔ وہ تو سر راہ جارہا تھا، ایسے ہی اس کے کانوں میں کوئی آواز پڑ گئی، اس نے دیکھا ایک مجمع ہے، تھوڑی دیر کیلئے کھڑا ہو گیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" میں نے اسے بھی بخش دیا، (متفق علیہ) یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کا ہم نشین بھی محروم نہیں رہتا، میں اس جملے کی طرف آپ کو لانا چاہتا تھا کہ یہ ایک ایسا گروہ ہے کہ ان کی صحبت اٹھانے والا بھی خالی ہاتھ نہیں جاتا، وہ بھی کچھ لے کر جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی بخش دیا حدیث شریف میں آیا کہ:

" ایک ہم نشیں جو کہ صالح ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ عطر فروش اور برے ہم نشین کی مثال ایسی ہے جیسا کہ بھٹی کے دھونکنے والا، آپ عطر فروش کے یہاں جائیں گے تو یا تو عطر خرید لیں گے۔ عطر خریدیں گے نہیں تو ہوسکتا ہے کہ وہ خود عطر کا ایک پھویا لگا کر تمہیں دے دے۔ یہ بھی اگر نہیں ہوتا تو خوشبو تو آتی رہے گی، مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس جتنی دیر بیٹھیں گے،

خوشبو آتی رہے گی، اس کے مقابلے میں بھٹی دھونکنے والا ہے یا تو وہاں سے کپڑے جلا کر اٹھیں گے، کوئی چنگاری آئے گی جسم جلے گا، کپڑے جلیں گے، یہ بھی اگر نہیں ہوتا ہے، بچ بچا کے ذرا فاصلے پر بھی بیٹھ گئے تو دھواں اور بدبو تو آ کر رہے گی، تو نیک اعمال کا سب سے بڑا سبب صحبت صالح ہے اور بداعمال کا سب سے بڑا سبب بری صحبت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کو جو غیر صحابہ پر فضیلت ہے وہ صرف اسی وجہ سے ہے کہ انہوں نے تھوڑی یا زیادہ دیر حضورﷺ کی صحبت اٹھائی ہے، یہاں تک کہ وہ شخص (حضرت وحشیؓ) جس نے امیر حمزہؓ کو قتل کیا۔ پھر توفیق الٰہی نے دستگیری کی، حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اسلام قبول کیا تو اس کو دیکھ کر آپ رو دیئے اور فرمایا ''ایک کام کر سکتے ہو، اپنا چہرہ مجھ سے ذرا چھپائے رکھا کرو، یعنی تمہیں دیکھتا ہوں تو مجھے چچا کا غم تازہ ہو جاتا ہے۔'' چنانچہ یہ شخص حضورﷺ کی مجلس میں چھپ چھپا کے پشت کی طرف سے آتا تھا تاکہ اس کی وجہ سے حضورﷺ کو اذیت نہ ہو، لیکن صحابی تو تھا، تمام علماء نے بلااختلاف یہ لکھا ہے کہ یہ صحابی ہے اور قدر و منزلت میں اویس قرنی سے بڑھ کر ہے کہ یہ صحابی نہیں ہیں، حضرت عمرؓ سے یہ کہا کہ وہ آئے گا، اس کی یہ یہ علامات ہوں گی۔ جب وہ آئے تو اس سے دُعا کرانا اور استغفار کرانا، وہ بہت بڑا انسان ہے اور اپنی والدہ کی خدمت میں اس کو ایک بہت بڑا مقام حاصل ہے اور اویس قرنیؒ آئے اور حضرت عمرؓ نے اس سے دعا کروائی، لیکن علماء نے یہ بات کھول کر لکھ دی ہے کہ اویس قرنیؒ صحابی نہیں ہیں، حضورﷺ کی صحبت میں نہیں رہے، ان کا مقام حضرت وحشیؓ سے بھی کم ہے، جس کی شکل حضورﷺ نہیں دیکھنا چاہتے تھے تو چند گھڑیوں کی مصاحبت کا شریعت میں اتنا مقام ہے کہ حضرت اویس قرنیؒ کی زندگی بھر کی عبادت کے مقابلہ میں حضرت وحشیؓ کی چند گھڑیاں جو صحبت رسولﷺ میں میسر آئیں زیادہ وزنی ہیں تو معلوم ہوا کہ صحبت کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے اچھی صحبت کا اثر اچھائی کی صورت میں سامنے آئے گا، بُری صحبت کا اثر برائی کی صورت میں سامنے آئے گا، اس لئے ہر انسان کیلئے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ اچھی صحبت اختیار کرے۔

مسلمان کے مسلمان پر حقوق

(مولانا جلیل احسن ندوی)

بیمار کی عیادت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل قیامت کے دن کہے گا، اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تھا تو تُو نے میری عیادت نہیں کی۔'' تو وہ کہے گا! اے میرے ربّ! میں تیری عیادت کیسے کرتا، تو رب العالمین ہے: ''کیا تجھے علم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار پڑا تھا تو تُو نے اس کی عیادت نہیں کی، کیا تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کو جاتا تو اس کے پاس مجھے پاتا۔''

عیادت سے مراد کسی مریض کے ہاں چلا جانا اور مزاج پُرسی کرنا ہی نہیں ہے بلکہ بیمار کی حقیقی اور اصل عیادت یہ ہے کہ اگر وہ غریب ہو تو اس کے لئے دوا دارو کا انتظام کیا جائے۔ یا غریب تو نہیں ہے، پر کوئی وقت پر دوا لانے اور پلانے والا نہیں اس کی فکر کی جائے۔ (مسلم)

مریض ،بھوکے اور قیدی سے حسنِ سلوک:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیمار کی عیادت کرو، اور بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کی رہائی کا انتظام کرو۔'' (بخاری، عن ابو موسیٰؓ)

غیر مسلم کی عیادت:

''ایک یہودی لڑکا نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار پڑا تو حضور ﷺ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ اس کے سرہانے بیٹھے اور اس سے کہا کہ تُو اسلام لے آ۔ اُس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو وہیں اس کے پاس تھا۔ اس نے کہا کہ ''تو ابوالقاسم (محمد ﷺ) کا کہنا مان۔'' چنانچہ وہ اسلام لے آیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ اس کے وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلے: ''شکر ہے اللہ کا جس نے جہنم سے اسے بچالیا۔''

حضور پاک ﷺ کی پاکیزہ سیرت سے دوست اور دشمن سب ہی واقف

تھے اور تمام یہودی آپ ﷺ کے دشمن نہ تھے۔ اس یہودی کو حضور ﷺ سے ذاتی تعلق تھا۔ اس لئے اس نے اپنے لڑکے کو حضور ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا تھا۔

عیادت کے آداب:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ مریض کے پاس عیادت کرنے کے سلسلے میں شوروشغب نہ کرو اور کم بیٹھنا سنتِ نبوی ﷺ ہے۔(مشکوٰۃ)

یہ ہدایت عام بیماروں کیلئے ہے، لیکن اگر کسی کا بے تکلف دوست بیمار پڑے اور اسے اندازہ ہو کہ وہ اس کے بیٹھنے کو پسند کرتا ہے، تب وہ بیٹھا رہ سکتا ہے۔

جان و مال کی حرمت:

حضور ﷺ نے اپنے آخری حج میں (جس کے بعد آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے) اُمت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''سنو! اللہ تعالیٰ نے تمہارا خون و مال و آبرو محترم قرار دیا ہے، جس طرح تمہارا یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر محترم ہیں، سنو کیا میں نے تمہیں پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا آپ ﷺ نے پہنچا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اے اللہ! تو گواہ رہنا کہ میں نے امت کو پیغام پہنچا دیا۔ یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمائی۔ پھر فرمایا: ''سنو! دیکھو میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم مسلمان ہو کر آپس میں ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔''

مسلمان کی خیر خواہی:

جریر بن عبداللہؓ کہتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی، نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر۔'' (بخاری، مسلم)

بیعت کے اصل معنی بیچ دینا کے ہیں۔ یعنی آدمی جس کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے، دراصل وہ اس بات کا عہد کرتا ہے میں پوری زندگی اس عہد کو نبھاؤں گا۔ حضرت جریرؓ نے حضور ﷺ سے تین باتوں کا عہد کیا۔ نماز کو اس کی جملہ شرائط کے ساتھ ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا اور تیسری بات یہ کہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ کوئی کھوٹ کا معاملہ نہ کرنا، ان کے ساتھ رحمت

اور شفقت اور خیر خواہانہ معاملہ کرنا۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ امت مسلمہ کے افراد کو آپس میں کس طرح رہنا چاہئے۔

مسلمانوں میں باھمی رحمت و مودّت:

رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا "تو مسلمانوں کو آپس میں رحم کرنے، محبت کرنے اور دوسروں کی طرف جھکنے میں ایسا دیکھے گا جیسا کہ جسم کا حال ہوتا ہے کہ اگر ایک عضو کو بیماری لاحق ہوتی ہے تو جسم کے بقیہ اعضاء بے خوابی اور بخار کے ساتھ اس کا ساتھ دیتے ہیں۔" (بخاری، عن نعمان بن بشیرؓ)

نبی ﷺ نے جسم کی مثال دیتے ہوئے یہ نہیں فرمایا بلکہ مسلمانوں کی ایک مستقل اور دائمی صفت کے طور پر فرماتے ہیں کہ جب بھی تُو انہیں دیکھے گا تو انہیں ایک دوسرے کے ساتھ رحمت اور شفقت سے پیش آنے والا ہی پائے گا۔

اخوت ایک مستحکم عمارت:

نبی ﷺ نے فرمایا: "مسلمان، مسلمان کیلئے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو قوت پہنچاتا ہے، آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست کر کے بتایا۔" (بخاری، مسلم عن ابو موسیٰؓ)

اس حدیث میں مسلمان سوسائٹی کو ایک عمارت سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح اس کی اینٹیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو آپس میں چمٹا رہنا چاہئے اور پھر جس طرح اینٹ دوسری اینٹ کو قوت اور سہارا دیتی ہے، اس طرح انہیں بھی ایک دوسرے کو سہارا دینا چاہئے نیز جس طرح بکھری ہوئی اینٹیں باہم جڑ کر عمارت کی شکل اختیار کر لیتی ہیں، اسی طرح مسلمانوں کی قوت کا راز ان کے آپس میں جڑنے میں ہے۔ اگر وہ بکھری ہوئی اینٹوں کی مانند رہے تو انہیں ہوا کا ہر جھونکا اڑا لے جا سکتا ہے اور پانی کا ہر ریلہ بہا لے جا سکتا ہے۔ آخر میں اس حقیقت کو ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست کر کے محسوس شکل میں بیان فرمایا۔

مومن ، مومن کا آئینہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان، مسلمان کا آئینہ ہے اور مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ اسے بربادی سے بچاتا ہے اور پیچھے سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔(مشکوٰۃ، عن ابو ہریرہؓ)

''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے'' یعنی اس کی تکلیف کو اپنی تکلیف جانتا ہے۔ جس طرح وہ اپنی تکلیف سے تڑپتا ہے، اسی طرح یہ بھی تڑپ اٹھے گا اور اس کو دور کرنے کیلئے بے چین ہو جائے گا۔

دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ یعنی تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔ پس اگر اسے تکلیف میں دیکھے تو اس کی تکلیف دور کر دے۔ اسی طرح اگر اس کے اندر کوئی کمزوری دیکھتا ہے تو اس کی کمزوری دور کرنے کی کوشش کرے۔

مسلمان کی مدد کرو.....وہ ظالم ہو یا مظلوم:

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تُو اپنے بھائی کی مدد کر، چاہے وہ مظلوم ہو یا ظالم۔'' تو ایک آدمی نے کہا کہ، ''اے اللہ کے رسول ﷺ! مظلوم ہونے کی صورت میں تو اس کی مدد کروں لیکن اس کے ظالم ہونے کی صورت میں کس طرح مدد کروں گا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تو اسے ظلم کرنے سے روک دے، یہی اس کی مدد کرنا ہے۔''(بخاری، مسلم انسؓ)

مسلمان کی مشکل کشائی اور پردہ پوشی:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے، اور جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پریشانی کو دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پریشانی دور کرے گا، اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کریگا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔'' (بخاری، مسلم)

حدیث کے آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ اگر نیک مسلمان کوئی غلطی کر بیٹھے تو اسے

لوگوں کی نظر میں گرانے کیلئے جگہ جگہ بیان نہ کرتے پھرو، بلکہ اس کے عیب پر پردہ ڈالو۔

مسلمان بھائی کیلئے پسند و نہ پسند کا پیمانہ:

رسول ﷺ نے فرمایا: "قسم ہے اس اللہ کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، کوئی شخص ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کیلئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔"
(بخاری، مسلم عن انسؓ)

مسلمان بھائی کے ہاتھ مال فروخت کرنے کا طریقہ:

عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ "مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ جو مسلمان اپنے بھائی کے ہاتھ کوئی چیز بیچے اور اس میں عیب ہو تو اسے چاہئے کہ اس عیب کو اس سے صاف صاف بیان کردے۔ عیب کو چھپانا کسی مسلمان تاجر کیلئے جائز نہیں ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنے والوں کا مرتبہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے بندوں میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جو نہ نبی ہیں نہ شہید پھر بھی انبیاء اور شہداء قیامت کے دن ان کے مرتبے پر رشک کریں گے جو انہیں اللہ کے یہاں ملے گا۔" لوگوں نے کہا کہ "اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کون لوگ ہوں گے آپ ﷺ نے فرمایا کہ "یہ وہ لوگ ہوں گے جو آپس میں ایک دوسرے کے رشتہ دار نہ تھے اور نہ آپس میں مالی لین دین کرتے تھے۔ بلکہ محض خدا کے دین کی بنیاد پر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ بخدا ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور ان کے چاروں طرف نور ہی نور ہوگا، انہیں کوئی خوف نہ ہوگا اس وقت جبکہ لوگ خوف میں مبتلا ہونگے اور نہ کوئی غم ہوگا جبکہ لوگ غم میں مبتلا ہوں گے۔ اور پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ- سورۃ یونس: ۶۲﴾

اصل حدیث میں ''غبط'' کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنی بہت زیادہ خوش ہونے کے ہیں۔ یہ لفظ رشک اور حسد کیلئے بھی استعمال ہوا ہے یہاں پہلا معنی مراد ہے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک استاد اپنے شاگرد کے اونچا مقام حاصل کر لینے سے خوش ہوتا اور فخر محسوس کرتا ہے، اسی طرح انبیاء اور شہداء جو سب سے اونچا مقام رکھتے ہیں، ان لوگوں کی کامیابی پر خوش ہوں گے۔ وہ لوگ جن کا مرتبہ بیان ہوا ہے، ان کی محبت کی بنیاد صرف دین تھا، خونی رشتہ اور مالی لین دین نے انہیں آپس میں نہیں جوڑا تھا، بلکہ اسلام اور اسلامی زندگی پیدا کرنے کے جذبے نے انہیں ایک دوسرے کا دوست اور رفیق بنایا تھا۔ ایسے لوگوں کیلئے دنیا میں فتح اور نصرت کی بشارت دی گئی ہے اور آخرت میں ابدی انعام کی۔ سورۃ یونس کی وہ آیت جو اوپر درج ہوئی، وہ حضور ﷺ پر ایمان لانے والوں اور دین کی راہ میں ستائے جانے والوں اور ایمانی زندگی کے لئے کوشش کرنے والوں اور جاہلیت کے نظام سے کشمکش کرنے والوں کے بارے میں ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا ''ان کیلئے بشارت ہے، اس زندگی میں اور اس کے بعد آنے والی زندگی میں بھی۔''

قطع تعلق کی مدت:

رسول ﷺ نے فرمایا '' آدمی کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین راتوں سے زیادہ قطع تعلق کئے رکھے کہ دونوں راستے میں ملیں تو منہ پھیر لیں، اور ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔'' (بخاری، عن ابو ایوب انصاریؓ)

یہ بات ممکن ہے کہ دو مسلمان کسی وقت کسی بات پر ایک دوسرے سے ناراض ہو جائیں اور بول چال بند کر دیں لیکن تین دن سے زیادہ انہیں اس حالت پر نہ رہنا چاہئے اور بالعموم ایسا ہی ہوتا ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان تلخی پیدا ہو جائے اور وہ دونوں کچھ خدا کا خوف رکھتے ہوں تو دو تین دن گزرنے کے بعد ان کے اندر ایک دوسرے سے ملنے کی تڑپ پیدا ہونے لگتی ہے اور بالآخر ان میں سے کوئی ایک سلام میں پہل کر کے شیطانی تلخی کو ختم کر دیتا ہے۔ اس لئے پہل کرنے والے کی فضیلت اس حدیث میں بیان ہوئی ہے اور اس کے علاوہ دوسری احادیث میں بھی۔

اجتماعی اخلاق:

رسول ﷺ نے فرمایا ''اپنے آپ کو بدگمانیوں سے بچاؤ اس لئے بدگمانی کے ساتھ جو بات کی جائے گی، وہ سب سے زیادہ جھوٹی بات ہوگی۔ اور دوسرے کے بارے میں معلومات حاصل کرتے مت پھرو اور نہ ٹوہ میں لگو، اور نہ آپس میں ''تناجش'' کرو اور نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ ایک دوسرے کی کاٹھ میں لگو، اور اللہ کے بندے بنو، آپس میں بھائی بن کر زندگی گزارو۔'' (بخاری، مسلم عن ابوھریرۃؓ)

اس حدیث میں چند الفاظ تشریح طلب ہیں:

۱۔ تجسس کے معنی کان لگانا اور نگاہ لگانا ہے۔ نبی ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی باتیں سننے کیلئے چپکے سے کھڑا ہو جانا اور پھر اس کی بات کو اس کے خلاف استعمال کرنا اور اسے لوگوں کی نگاہ میں گرانا، یہ ایمان اور اسلام کے خلاف بات ہے۔

۲۔ تجسس کے معنی کسی کے عیب کی ٹوہ میں لگا رہنا کہ کب اس سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے اور کب اس کی کمزوری کا اسے علم ہوتا ہے کہ فوراً اس کے وقار کو گرانے کیلئے ادھر ادھر پھیلانے میں لگ جاتا ہے۔

۳۔ تیسرا لفظ جو اس حدیث میں آیا ہے، وہ تناجش کا لفظ ہے جو خرید و فروخت سے تعلق رکھتا ہے جس کیلئے اردو کا لفظ دلالی ہے، دلال اور تاجر میں یہ بات طے ہوتی ہے کہ دلال بڑھ بڑھ کر بولے گا اور اس کا ارادہ اس مال کو خریدنے کا نہیں ہوتا بلکہ صرف گاہکوں کو پھنسانے کیلئے وہ ایسا کرتا ہے۔

۴۔ چوتھا لفظ تدابر ہے جس کے معنی باہم دشمنی کرنے کے بھی ہیں اور قطع تعلق کر لینے کے بھی ہیں۔

مسلمانوں کی پردہ دری سے بچو:

نبی ﷺ منبر پر تشریف لائے اور نہایت بلند آواز سے فرمایا: اے وہ لوگو! جو اپنی زبان سے اسلام لائے ہو ایمان تمہارے دلوں میں نہیں اُترا ہے، تم لوگ مسلمانوں کو ایذاء مت پہنچاؤ

اور نہ ان کے عیوب کے پیچھے پڑو۔ جو لوگ اپنے مسلمان بھائی کے عیب کے پیچھے پڑیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے عیب کے پیچھے پڑ جائے گا، اور جس شخص کے عیب کے پیچھے اللہ تعالیٰ پڑ جائے گا۔ اُسے رسوا کر ڈالے گا اگر چہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو۔'' (ترمذی، عن ابن عمرؓ)

منافقین، پاک باز مسلمانوں کو طرح طرح کی ایذا پہنچاتے اور ان کے خاندانی شرمناک عیوب جو زمانہ جاہلیت میں ہوتے تھے، ان لوگوں کے سامنے بیان کرتے، انہی لوگوں کو نبی ﷺ نے اس حدیث میں ڈانٹا ہے بعض دوسری حدیثوں میں بیان ہوا ہے کہ یہ تقریر کرتے وقت نبی ﷺ کی آواز اتنی بلند ہوگئی تھی کہ آس پاس کے گھروں تک یہ آواز پہنچ گئی۔

غیبت کا انجام:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب میرا رب مجھے آسمان پر لے گیا تو میں وہاں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ناخن پیتل کے تھے اور وہ اپنے چہرے اور سینے کو نوچ رہے تھے، تو میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ ''یہ کون لوگ ہیں؟'' جبرائیلؑ نے کہا کہ ''یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں دوسرے لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے اور ان کی آبرو سے کھیلتے تھے۔'' (ابوداؤد، عن انسؓ) لوگوں کا گوشت کھاتے تھے یعنی ان کی غیبت کرتے تھے اور ان کی ناموس کو برباد کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔

مسلمان کے مسلمان پر حقوق:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں۔'' پوچھا گیا کہ ''وہ کیا ہیں اے اللہ کے رسول ﷺ!'' آپ ﷺ نے فرمایا ''جب تو مسلمان بھائی سے ملے تو اسے سلام کر، اور جب وہ تجھے دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کر، اور جب وہ تجھ سے خیر خواہی چاہے تو اس سے خیر خواہی کر، اور جب اسے چھینک آئے اور وہ الحمدللہ کہے تو، تو اس کا جواب دے اور جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کر۔ اور جب وہ مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جا۔'' (مسلم، عن ابوہریرہؓ)

(۱) سلام کرنے کا مطلب صرف السلام علیکم کے الفاظ بول دینا کے نہیں ہیں بلکہ یہ ایک اعلان اور اقرار ہے، اس بات کا کہ میری طرف سے تیری جان، مال اور آبرو محفوظ ہے، میں کسی طریقے پر تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا اور دعا ہے اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ تیرے دین و ایمان کو سلامت رکھے اور تجھ پر اپنی رحمت نازل کرے۔

(۲) تشمیت کے معنی چھینکنے والے کیلئے کلمہ خیر کہنے کے ہیں، مثلاً "یرحمک الله" کہنا یعنی اللہ تجھ پر اپنی رحمت نازل کرے اور تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی راہ میں ثابت قدم رہے اور تجھ سے کوئی ایسی غلطی سرزد نہ ہو جس پر دوسروں کو ہنسنے کا موقع ملے۔

درگزر

حضورﷺ نے فرمایا "اچھی سیرت وخصلت کے مسلمان سے اگر کبھی کوئی لغزش ہو جائے تو اسے معاف کردو، سوائے حدود کے۔" (ابو داؤد عن عائشہؓ)

مطلب یہ کہ ایک آدمی نیک اور پرہیزگار ہے، خدا کی نافرمانی نہیں کرتا، ایسا آدمی کبھی پھسل کر گناہ میں گر پڑے تو اس کی وجہ سے اسے نظروں سے نہ گرادو، اس کی بے وقعتی نہ کرو، اس کی اس غلطی کو پھیلاتے مت پھرو، بلکہ معاف کردو۔ ہاں اگر وہ ایسا گناہ کرے جس کی سزا شریعت میں مقرر ہے، مثلاً زنا، چوری وغیرہ تو ایسے گناہ معاف نہیں کیے جائیں گے۔

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(حافظ محمد یٰسین)

حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ ایک دفعہ شام کے دورے پرتشریف لے گئے ۔حمص پہنچ کر آپؓ نے وہاں کے سر برآوردہ لوگوں سے کہا کہ حمص کے غریبوں اور مسکینوں کی ایک فہرست بنا کر مجھے دو، تا کہ بیت المال سے ان کے گزر بسر کے لیے انتظام کیا جائے ۔فہرست تیار ہو کر جب حضرت فاروق اعظمؓ کے سامنے آئی تو اس میں سرفہرست جو نام تھا وہ حمص کے گورنر کا تھا ۔ امیر المومنینؓ نے حیرانی سے پوچھا اس فہرست میں گورنر کا نام کیوں درج ہے ۔یہ تو یہاں کے کرتا دھرتا ہیں اور انہیں کافی معقول تنخواہ ملتی ہے ۔لوگوں نے عرض کی، اے امیر المومنین !انہیں جو کچھ ملتا ہے وہ اسی روز اسے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتے ہیں ۔فاروق اعظمؓ یہ سن کر رونے لگے فوراً ایک ہزار دینار کی تھیلی وزیر کے گھر بھجوائی کہ وہ اسے اپنی ضروریات پر خرچ کریں ۔ قاصد یہ رقم لیکر جب گورنر کی خدمت میں حاضر ہوا اور تھیلی پیش کی تو بے ختیار ان کے منہ سے نکلا ۔

﴿انا للّٰہ وانا الیہ راجعون﴾

بیوی کے کانوں میں یہ آواز پڑی تو دوڑی ہوئی آئیں اور پوچھا خیر ہے کیا امیر المومنین نے وصال فرمایا ؟بولے انہیں اس سے بھی بڑا واقعہ ہو گیا ہے ۔بیوی نے پوچھا کیا قیامت کی کوئی نشانی دکھائی دی ہے؟فرمایا!اس سے بھی بڑا واقعہ!بیوی نے کہا کچھ بتاؤ تو سہی آخر معاملہ کیا ہے؟ گورنر بولے دنیا فتنوں کو لے کر میرے گھر میں داخل ہو گئی ہے یہ کہہ کر گورنر نے تھیلی اٹھا کر ایک کونے میں پھینک دی اور خود نماز کے لیے کھڑے ہو گئے ۔

ساری رات عبادت کرتے رہے اور روتے رہے ۔صبح ہوئی تو انہیں بازار میں شور سا سنائی دیا ۔دروازے سے جھانک کر باہر دیکھا تو گھر کے سامنے سے اسلامی فوج گزر رہی تھی ۔ انہوں نے آگے بڑھ کر مجاہدین کو روکا اور تھیلی کی تمام رقم مجاہدین میں تقسیم کر دی ۔پھر فرمایا

اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے عافیت عطا فرمائی ۔یہ نیک دل، خدا ترس اور غریب پرور گورنر حضرت سعید بن عامرؓ تھے ۔جن کا شمار آنحضورﷺ کے اکابر صحابہ میں ہوتا ہے ۔حضرت سعید بن عامرؓ غزوہ خیبر سے قبل دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ۔قبول اسلام کے بعد ہجرت کر کے مدینہ آئے ۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور ہر معرکہ میں جرات و جانبازی کا مظاہرہ کیا۔آنحضورﷺ نے وصال فرمایا تو آپ دل شکستہ ہو کر اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو گئے ۔اور تمام شب و روز عبادت میں گزارنے لگے،لیکن شوق جہاد نے انہیں زیادہ دن گوشہ نشین نہ رہنے دیا ۔حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت میں جب شام کے لیے اسلامی لشکر روانہ ہوا تو حضرت سعیدؓ بھی شامل ہو گئے ۔

جنگ قنسرین میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے خاص مہم کے لیے دس آزمودہ کار جرنیلوں کا انتخاب کیا تو ان میں حضرت سعید بن عامرؓ بھی تھے ۔سعید بن عامرؓ عرب میں بہادری کی علامت سمجھے جاتے تھے ۔علامہ ابن اثیر کے مطابق ان کا نام شجاعان عرب میں ممتاز تھا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی رحلت کے بعد وہ مدینہ میں تھے کہ یرموک کا معرکہ شروع ہو گیا۔ اس جنگ میں رومیوں نے اپنی ساری قوت جمع کر کے مسلمانوں کے مقابلے میں لا ڈالی تھی مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اس لیے مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح نے دارالخلافہ سے مدد طلب کی ۔ان کا پیغام ملتے ہی حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت سعید بن عامرؓ کی قیادت میں ایک ہزار سواروں کا دستہ یرموک روانہ کر دیا ۔حضرت سعید بن عامرؓ جلد ہی ایک ہزار جانبازوں کے ساتھ حضرت ابوعبیدہؓ کے ساتھ جا ملے ان کے آنے سے مسلمانوں کو بڑا حوصلہ ملا۔ اور انہوں نے ایک نئے عزم کے ساتھ جنگ کی تیاری شروع کر دی اس ہولناک جنگ میں حضرت سعید بن عامرؓ نے حیرت انگیز شجاعت اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔میدان کارزار میں وہ کئی بار رومیوں کے نرغے میں آئے ،لیکن ان کی شمشیر نے ہر بار دشمن کا حصار توڑ دیا سخت سے سخت موقع پر بھی ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی ۔

یرموک کے معرکے سے فارغ ہو کر حضرت سعید بن عامرؓ پھر مدینہ منورہ آ کر گوشہ

عبادت میں بیٹھ گئے۔ اتفاق سے انہی دنوں حمص کے گورنر عیاض بن غنمؓ نے وفات پائی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت سعیدؓ کو اپنے پاس بلایا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تمہیں معلوم ہے کہ عیاض بن غنمؓ وفات پا گئے ہیں۔ حمص میں ان کی جگہ خالی پڑی ہے۔ میں نے انتہائی سوچ بچار کے بعد حمص کی امارت کے لیے تمہیں منتخب کیا ہے۔

امیر المومنین کا یہ ارشاد سن کر حضرت سعید بن عامرؓ نے عرض کی۔ امیر المومنین میں اس عہدے کے لائق نہیں ہوں خدارا مجھے اس فتنے میں نہ ڈالیں میں نے اپنے لیے جو گوشہ عبادت اختیار کیا ہے مجھے اس میں رہنے دیجیے۔ حضرت سعید بن عامرؓ کی یہ بات سن کر فاروق اعظمؓ نے تیز لہجے میں فرمایا۔ تم لوگوں نے خلافت کی ذمہ داریوں کا قلادہ تو میری گردن میں ڈال دیا ہے۔ لیکن خود کوئی ذمہ داری قبول کرنے سے گریز کرتے ہو۔ اللہ کی قسم میں تمہیں چھوڑ نہیں سکتا۔ تمہیں حمص کی امارت ضرور سنبھالنی ہو گی۔ حضرت سعید بن عامرؓ نے بار بار معذرت کی لیکن حضرت فاروق اعظمؓ اپنے انتخاب پر قائم رہے۔ آخر امیر المومنین کے کہنے پر انہوں نے یہ ذمہ داری قبول کر لی لیکن جب قصر خلافت سے باہر آئے تو ان کا حال یہ تھا کہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے جیسے وہ کسی بہت بڑے امتحان میں ڈال دیے گئے ہوں۔

حضرت سعیدؓ فاروق اعظمؓ کے اصرار پر حمص گئے تو انہوں نے اپنے فرائض امارت اس خوبی سے انجام دیئے کہ سب لوگ ان کے گرویدہ ہو گئے۔ ان کے حسن انتظام کی خبریں حضرت فاروق اعظمؓ تک پہنچیں۔ تو وہ بہت خوش ہوئے ایک بار جب حضرت سعید مدینہ منورہ آئے تو امیر المومنین نے ان سے پوچھا سعید! شام کے لوگ تمہیں اس قدر کیوں چاہتے ہیں عرض کی امیر المومنین میں گلہ بانی کے ساتھ گلہ کی غمخواری بھی کرتا ہوں۔ حضرت سعید کے اس جواب میں کوئی مبالغہ نہ تھا۔ انہیں جس قدر تنخواہ دی جاتی تھی وہ اس میں سے چند درہم اپنے ضروری اخراجات کے لیے رکھ لیتے اور باقی سب رقم گھر پہنچنے سے پہلے غریبوں میں تقسیم کر دیتے۔ بیوی پوچھتیں کہ تنخواہ کی باقی رقم کہاں ہے تو فرماتے قرض دے دی ہے۔ قرض سے ان کی مراد یہ ہوتی

کہ میں نے رقم اللہ کی راہ میں خرچ کر دی ہے۔

ایک روز کچھ لوگ وفد کی صورت میں حضرت سعیدؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اے امیر! ہم نے آپکو ہمیشہ نادار اور مفلس پایا ہے۔ آپ پر آپ کے کنبے کا بھی حق ہے اپنا ہاتھ اتنا کشادہ نہ رکھیں اپنے اہل وعیال کا بھی کچھ خیال کریں۔ لیکن حضرت سعیدؓ نے فرمایا یہ بات میرے بس میں نہیں۔ مجھے تو اپنے لیے فقر ہی پسند ہے۔ میں نے اپنے آقا اور مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے سنا کہ اہل فقر مومنین دوسرے لوگوں سے ستر سال پہلے جنت میں ہوں گے۔

ایک دفعہ حمص کے بعض لوگوں نے جو کسی وجہ سے حضرت سعیدؓ سے خوش نہ تھے، امیر المومنین کی خدمت میں شکایت لکھ کر بھیجی جس میں ان کے خلاف یہ چار الزامات درج تھے۔

ا: جب تک کافی دن نہیں نکل آتا حضرت سعید گھر سے باہر نہیں آتے۔

۲: کوئی آدھی رات کو انہیں آواز دے وہ جواب نہیں دیتے۔

۳: انہیں کبھی کبھی بے ہوشی کے دورے پڑتے ہیں۔ جس سے خیال ہوتا ہے کہ وہ کسی سخت قسم کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ ۴: مہینے میں ایک بار وہ دن کا بیشتر حصہ اپنے گھر میں گزارتے ہیں۔

یہ شکایات جب حضرت فاروق اعظمؓ کے پاس پہنچیں تو انہوں نے حضرت سعید بن عامرؓ کو مدینہ میں طلب کر لیا۔ حمص کا یہ گورنر مدینہ منورہ میں اس شان سے حاضر ہوا کہ اس کی قمیص پر جا بجا پیوند لگے ہوئے تھے۔ ایک ہاتھ میں عصا اور دوسرے میں پیالہ تھا۔ امیر المومنین نے پوچھا کیا تمہارے پاس بس یہی سامان ہے؟ عرض کیا۔ یا امیر المومنین اس سے زیادہ مجھے کسی چیز کی حاجت نہیں۔ عصا پر اپنا زادِ راہ لٹکا تا ہوں پیالے میں کھاتا ہوں یہ سن کر فاروق اعظمؓ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ دل ہی دل میں دعا کرتے کہ اے اللہ! سعید کے بارے میں میرے نیک گمان کو غلط ثابت نہ کرنا۔ پھر ان کے سامنے اہل حمص کی شکائتیں دہرائیں اور پوچھا تمہارے پاس ان کا کیا جواب ہے؟ حضرت سعید نے عرض کی امیر المومنین اللہ کی قسم میں ان چیزوں کا ذکر پسند نہیں کرتا تھا لیکن آپ دریافت فرماتے ہیں تو عرض کرتا ہوں۔

۱۔ میں صبح سویرے اس لیے باہر نہیں نکلتا کہ میرے پاس کوئی خادم نہیں ہے۔ میں اپنی اہلیہ کے ساتھ مل کر گھر کا کام کرتا ہوں آٹا گوندتا ہوں اور روٹی پکاتا ہوں اس دوران میری اہلیہ دوسرے کاموں میں مصروف رہتی ہے میں کام سے فارغ ہوتے ہی لوگوں کی خدمت کے لیے باہر نکل آتا ہوں۔

۲۔ رات کو میں اس لیے جواب نہیں دیتا کہ میرا سارا دن اللہ کی مخلوق کی خدمت میں گزر جاتا ہے۔اور مجھے اپنے اللہ کے حضور اطمینان کے ساتھ حاضر ہونے کا موقع نہیں ملتا اس لیے میں نے رات کا وقت اپنے اللہ کی عبادت کے لیے وقف کر رکھا ہے۔

۳۔ بے ہوشی کے دوروں کے سلسلے میں یہ عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے مجھے کوئی بیماری نہیں۔ لیکن کبھی ایسا ہوتا کہ وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے جب حضرت عبید بن عدی کو مشرکین نے صلیب پر چڑھایا تھا۔اتفاق سے میں اس وقت وہاں موجود تھا۔انہیں جس بیدردی سے شہید کیا گیا وہ منظر جب میری نگاہوں کے سامنے آتا ہے میں بے ہوش ہو جاتا ہوں۔

۴۔ اب رہی یہ بات کہ میں مہینے میں ایک دن گھر سے باہر نہیں نکلتا تو عرض یہ ہے کہ میرے پاس کپڑوں کا صرف ایک ہی جوڑا ہے مہینے میں ایک دفعہ میں اپنے کپڑے ضرور دھوتا ہوں جب وہ سوکھ جاتے ہیں تو انہیں پہن کر باہر آجاتا ہوں اس میں دن کا کچھ حصہ گزر جاتا ہے۔

حضرت سعید بن عامرؓ کے یہ جوابات سن کر حضرت فاروق اعظمؓ کی آنکھوں میں آنسو آگئے آپؓ نے کہا۔سعید! اللہ کا شکر ہے کہ تمہارے بارے میں میرا گمان صحیح ثابت ہوا۔اب تم حمص واپس جاؤ اور اسی طرح اللہ کی مخلوق کی خدمت میں مشغول ہو جاؤ۔حضرت سعیدؓ نے عرض کی امیر المومنین! اب مجھے اس بار امارت سے سبکدوش کر دیجیے۔میری خواہش ہے کہ اب میں گوشہ تنہائی میں اپنے اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جاؤں۔فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔ ہرگز نہیں۔اللہ کی قسم تمہیں حمص ضرور واپس جانا ہوگا۔تمہارے جیسا گلہ بان اور غمخوار اہل حمص کو میسر نہیں آسکتا۔آخر حضرت فاروق اعظمؓ کے اصرار پر واپس حمص تشریف لے گئے لیکن چند ہی روز گزرے تھے کہ آپ بیمار ہو گئے اور چالیس سال کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔﴿رضی اللہ تعالیٰ عنہ﴾

ہم کیوں کُفر سے اسلام میں داخل ہوئیں

(محمد انور میمن)

اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر حق نہیں ملتا:

ع پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اللہ تعالیٰ کی ذات جس سے نیکی اور بھلائی کا فیصلہ کرے تو اسے ہدایت کی راہ دکھا دیتی ہے۔ ایسے ہزاروں خوش بخت افراد اس وقت بھی دنیا میں موجود ہیں جنھوں نے غیر مسلم گھرانوں میں آنکھ کھولی اور اپنے ماحول اور معاشرے کے زیرِ اثر طویل مدت تک اسلام سے نا آشنا رہے مگر اپنی سلیم الطبع فطرت کے سبب حق کی تلاش میں سرگرداں رہے، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کفر و ضلالت کی تاریکیوں سے نکال کر حق و صداقت کے نور کی طرف گامزن فرما دیا۔ اور پھر یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ جو افراد اسلام کو شعوری طور پر اختیار کرتے ہیں وہ اکثر و بیشتر "پیدائشی مسلمانوں" کی بہ نسبت زیادہ پُر جوش، متقی، مستقل مزاج، ایثار پرور اور دین کی تعلیم کے شیدائی ہوتے ہیں اور راہِ حق میں پیش آنے والی صعوبتوں اور سختیوں کو خندہ پیشانی سے ہی برداشت نہیں کرتے بلکہ اس جادۂ پُر کیف و پرخطر پر استقامت کے ساتھ چلنے میں ایک لذّت اور روحانی سرور بھی محسوس کرتے ہیں، اور مصائب کے سامنے ایسے نا قابلِ تسخیر کوہِ گراں ثابت ہوتے ہیں کہ ان کے خدا پر بھروسے اور توکّل اور راہِ وفا میں اولوالعزمی اور پامردی پر فرشتے بھی رشک کرتے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت بھی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونی چاہیے کہ دیگر مذاہب کے پیرو اور مسلمانوں کے بارے میں ایسا بغض اور عناد رکھتے ہیں کہ جب شعائرِ اسلام کی حرمت و جبلت کی بات ہوتی ہے تو وہ انتہائی تنگ نظری اور پست فکری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بالخصوص ان افراد کے ساتھ حقوقِ انسانی کے ان نام نہاد علمبرداروں کا رویّہ انتہائی ظالمانہ اور قابلِ نفرت ہوتا ہے جو کفر اور ضلالت کے اندھیروں سے نکل کر حلقۂ بگوش اسلام ہو جاتے ہیں۔

آیئے ایک نومسلم خاتون کی داستانِ عزیمت کا ایمان افروز تذکرہ کریں، جو ایک کافر معاشرہ میں اسلام کی شمع فروزاں ہے۔ شعائرِ اسلامی پر کاربند ہے اور تمام تر مشکلات کے باوجود بھی انتہائی ثابت قدمی کے ساتھ باطل قوتوں کے سامنے سینہ سپَر ہے۔

اس پرعزم خاتون کا نام لوسیا دوھلاب ہے اور تعلق سوئزرلینڈ سے ہے۔ لوسیا ابتداء ہی سے مادہ پرستانہ طرزِ فکر اور طرزِ عمل سے بہت بےزار تھی اور اپنے معاشرے کے مادّی اور مذہبی رجحانات پر یقین نہیں رکھتی تھی۔ چنانچہ وہ ایک ایسے مذہب کی جستجو میں سرگرداں ہوگئیں جو فطرت کے اصولوں سے ہم آہنگ ہو۔ جو حقیقی طور پر انسان کی روحانی تسکین وارتقاء کا باعث بن سکے اور انسانیت کو اس کی معراج تک پہنچا سکے۔ دس سال پہلے کی بات ہے جب وہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کررہی تھی تو اس وقت بھی سوس (Swis) معاشرے کا پُرتعیش رہن سہن اسے نہ تو متاثر کرسکا اور نہ ہی راہ حق کی جستجو میں حائل ہوسکا۔ ایک ایسی راہ کی تلاش جو اسے قلبی اطمینان کی منزل تک پہنچا سکے۔ ایک ایسی راہ جو اس کو روحانیت کے بام عروج تک لے جائے، ایک ایسا جادو جو اسے اپنے خالق اور مالک کی اطاعت اور خوشنودی اور پھر ابدی راحتوں کی منزل تک لے جائے۔ لوسیا نے اس راہ حق کی تلاش میں تحقیق ومطالعہ، بحث ومباحثہ اور سفر وسیاحت میں برس ہا برس گزار دیئے۔ مغرب کے لاکھوں باسیوں کی طرح لوسیا بھی مغرب کی تہذیب وثقافت اور انداز بودوباش سے اُکتا چکی تھی۔ چنانچہ لوسیا نے مغرب کے اس مادہ پرست معاشرے کو خیرباد کہنے کا فیصلہ کرلیا، اور حق کی تلاش میں نئے سفر کا آغاز کرتی ہوئی عازم ہند ہوئی یہاں پہنچ کر وہ ہندو مندروں اور دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں کی خاک چھانتی رہی کہ شاید اُسے وہ حق مل جائے جس کی خاطر وہ ایک انوکھا سفر شروع کئے ہوئے ہے اور اسے روحانی تسکین کی متاع لازوال ہاتھ آسکے۔ لیکن بے جان مورتیوں، گائے بھینسوں اور دوسری مخلوقات کو داتا سمجھ کر پوجنے والوں کا مذہب اسے قطعاً متاثر نہ کرسکا اور یہاں کے دیومالائی قصوں پر مبنی مذہب کا تنکا تک اس کی سوچوں کے دھاروں کے سامنے خش و خاشاک کی طرح بہہ گیا۔ وہ دیویوں اور دیوتاؤں کے مہمل

تصورات کو ہند کی دہلیز پر چھوڑ کر واپس اپنے ملک چلی گئی۔ ۱۹۷۹ء لوسیا جنیوا کے ایک پرائمری سکول میں بحیثیت اُستاد تعینات ہوگئی لیکن اس نے جستجوئے حق کی جدوجہد کو ترک نہ کیا۔ترک کر بھی کیسے سکتی تھی؟ اس نے تو مطمعِ حیات ہی حق کو پانا قرار دے دیا تھا، وہ تو ملک ملک، شہر شہر اور قریہ قریہ اس حق کی جستجو کر رہی تھی جو اسے دنیا اور آخرت کی ابدی کامیابیوں اور کامرانیوں سے سرفراز کر دیتا جو اس کے قلب و ذہن کو سکون اور اطمینان کی دولت سے مالا مال کر دیتا۔اور جو اسے روحانیت کے ارتقاء کی جادہ سدا بہار پر گامزن کر دیتا جو اللہ تعالیٰ کی طرف لپکتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف دوڑ کر آتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے، اپنی مخلوق سے اتنا پیار ہے جس کا اندازہ ماں کی ممتا بھی نہیں کر سکتی۔راہ حق کی تلاش میں سرگرداں لوسیا کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں کی آغوش میں لے لیا۔اس کی رہنمائی کی اور اسے ہدایت اور نجات کے پر کیف راستوں سے آشنا کر دیا، یوں ۱۹۹۱ء میں لوسیا حلقہ بگوش اسلام ہو کر ابدی نعمتوں سے بہرہ مند ہوگئی، اب وہ اسلام کے احکامات پر عمل کرنے میں پر جوش بھی ہے اور مستقل مزاج بھی۔الحاد اور مادّہ پرست سوِس معاشرہ، جو اخلاقی اور روحانی اقدار سے سراسر عاری ہے لوسیا کے عزائم کی راہ میں حائل نہیں ہو سکا، لوسیا اسلامی پردہ (حجاب) کی سختی سے پابندی کرتی ہے اور اس پر کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتی کیونکہ لوسیا نے پردہ کی پابندی کے ساتھ اپنی سکول کی ملازمت کو جاری رکھا اور بعد ازاں لوسیا کی الجزائر کے ایک صالح نوجوان سے شادی ہوگئی۔اس کی زندگی کے شب و روز سکون و آرام سے گزر رہے تھے کہ اسی دوران تعلیمی سال کا اختتام آن پہنچا۔سکول کی انتظامیہ نے اساتذہ اور طلباء کے لئے ایک الوداعی تقریب کا اہتمام کیا، لوسیا نے دیگر اساتذہ کے ہمراہ تقریب میں شرکت کی، تاہم وہ حسب معمول شرعی پردہ میں ملبوس تھی، اسلامی حجاب میں ملبوس لوسیا اس تقریب میں ایک سوِس صحافی کی توجہ کا مرکز بن گئی جو دیگر اساتذہ کے ہمراہ ایک مسلمان خاتون کو اسلامی پردہ کی حالت میں دیکھ کر سیخ پا ہو گیا۔اس نے مذہبی تعصب اور بغض کی بناء پر لوسیا کی اسلامی شعار کے اپنانے کی اس روش کو قابلِ نفرت گردانا، چنانچہ متعصب صحافی جنیوا کی

مقامی حکومت کے وزیرتعلیم کے پاس گیا اور ایک سرکاری اسکول میں اسلامی حجاب کے ساتھ کام کرنے والی خاتون (لوسیا) کے خلاف درخواست دے دی۔ بقول اس صحافی کے وزیرتعلیم نے اس کی درخواست کو پذیرائی بخشتے ہوئے کہا کہ وہ کسی بھی مسلم خاتون کو پردہ پہن کر بحیثیت استاد سرکاری سکول میں کام کرنے کی قطعی اجازت نہیں دے گا اگرچہ سرکاری سکولوں میں طالبات کو پردہ کی اجازت دی گئی ہے۔

ڈائریکٹر نے ماہ جون میں لوسیا کو اپنے دفتر بلاکر اسلامی حجاب ترک کردینے کی درخواست کی۔لوسیا نے اس امر سے صاف انکار کرتے ہوئے کہا کہ یہ خالصتاً شخصی آزادی کا معاملہ ہےاور سوس قوم میں شخصی آزادی کا احترام پایا جاتا ہے، گویا کہ شخصی آزادی کو سوس قانون کا ایک اہم جز تصور کیا جاتا ہے۔وزارت تعلیم کے حکام نے سرکاری طور پر لوسیا کو ایک تنبیہ آمیز نوٹس روانہ کیا جس میں کہا گیا کہ پردہ (حجاب) ملک میں تعلیمی نظام کے قوانین کی خلاف ورزی کا باعث ہے۔

لوسیا کے کیس کے سلسلہ میں سوس مسلم خواتین بالخصوص جو سرکاری اداروں میں خدمت انجام دے رہی ہیں، کے مستقبل کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے،اس لئے مسلم خواتین نے ''اسلامک کلچر سوسائٹی جنیوا'' کے ڈائریکٹر شیخ یحییٰ کو اپنی بھرپور حمایت کا یقین دلاتے ہوئے عہد کیا ہے کہ وہ لوسیا کے کیس کو مسلم خواتین کی شخصی آزادی کا سنگین مسئلہ تصور کرتے ہوئے اس کی مکمل طور پر پیروی کریں۔انہوں نے لوسیا کے کیس کا دفاع کرنے کیلئے ایک کمیٹی بھی تشکیل دے دی ہے اس نوتشکیل شدہ کمیٹی نے ایک ممتاز سوس وکیل سے رابطہ کیا ہے جس نے مقامی حکومت کو ایک میمورنڈم (یادداشت) پیش کی ہے۔جس میں کہا گیا ہے کہ لوسیا کے حجاب کا معاملہ شخصی حقوق کے زمرے میں آتا ہے جسے سوس قانون کا مکمل تحفظ حاصل ہے اس کے برعکس مقامی حکومت نے ۶ ستمبر کو ڈائریکٹر تعلیم کے اس فیصلے کی حمایت کی ہے جس میں لوسیا کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ حجاب پہننا ترک کردے ورنہ اسے ملازمت سے برخاست کردیا جائے گا۔جبکہ لوسیا اس ظالمانہ اور غیر قانونی

فیصلہ کو مسترد کر چکی ہے۔

لوسیا کے حجاب کی داستان کا معاملہ اس وقت مزید افشاں ہوا جب عیسائیوں کے کیتھولک فرقہ کے ایک وکر (Vicar) یعنی نائب نے ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو ایک سوس اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے مسلم خاتون استاد لوسیا دھلاب پر الزام لگایا کہ وہ ایک سیکولر ملک میں رہتے ہوئے پردہ کرنے کی پابندی پر خواہ مخواہ اصرار کررہی ہے۔ یہ ناہنجار اور متعصب وکر (نائب مہتمم کلیسا) یہ گل افشانی کرتا ہے۔

''حجاب اس استانی (یعنی لوسیا) کے مذہب کا اشتعال انگیز نمونہ اور شعار ہے کلیسا کے نائب نے مقامی حکومت کے اس فیصلے کا کہ اگر مسلم خاتون ٹیچر نے اسلامی لباس اور حجاب ترک نہ کیا تو اسے نوکری سے نکال دیا جائے، خیر مقدم کیا ہے۔ سوئز رلینڈ کے بہت سے اخبارات لوسیا کے حجاب کے معاملہ میں حکومتی فیصلے کی تائید میں مسلسل مضامین لکھ رہے ہیں۔

اسلامک کلچر سوسائٹی جنیوا کے ڈائریکٹر شیخ باسلاما نے عیسائی وکر کے بیان کو ہدف تنقید بناتے ہوئے کہا کہ حجاب نیکی اور وقار کی علامت اور شعار ہے۔ یورپ میں خود عیسائی خواتین پچھلی صدی تک پردہ پہنتی رہی ہیں جبکہ عیسائی رہبائیں (Nuns) آج بھی حجاب کا اہتمام کرتی ہیں۔

سوئز رلینڈ میں لوسیا کے وکیل نے مقامی حکومت کے فیصلہ کے خلاف وفاقی عدالت میں ایک درخواست دائر کروا دی ہے۔ شیخ باسلاما جو جنیوا میں ایک ممتاز مسلمان لیڈر ہیں، انہوں نے دنیا بھر کے مسلمانوں پر زور دیا ہے کہ لوسیا کے کیس کی حمایت اور تعاون کریں۔ بالخصوص مالی اعتبار سے، کیونکہ اس پر بہت زیادہ اخراجات اٹھنے کا اندیشہ ہے، اس لئے کہ مسلمانوں کی اعانت بہت ضروری ہوگی، ان کا کہنا ہے کہ ابتدائی اخراجات ۳۵۰۰۰ سوس فرینس ہونے کا تخمینہ ہے جب کہ اب تک صرف ۱۲۰۰۰ سوس اکٹھے ہو چکے ہیں شیخ سلاما کہتے ہیں کہ لوسیا کا کیس ایک فرد کا معاملہ نہیں بلکہ اس سے سوئز رلینڈ کی تمام مسلم خواتین کا مستقبل سے وابستہ بلکہ آئندہ آنے والی نسلوں کا بھی انحصار ہے۔ اس لئے دنیا بھر کے مسلمانوں کو لوسیا کے کیس کی پیروی میں بڑھ چڑھ

کر حصہ لینا چاہئے۔ یہ تھی اس عظیم خاتون لوسیا دھلاب کی داستان عزیمت، ہماری خواتین کیلئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ ایک غیر مسلم معاشرے اور کفر والحاد کی جکڑبندیوں میں جکڑے ہونے کے باوجود بہن لوسیا کس طرح ایک اسلامی شعار کی پابندی اور دفاع کر رہی ہیں اور کسی قسم کی ترغیب اور تنبیہ کے باوجود استقامت، اولوالعزمی اور وقار کے ساتھ عالم اسلام کو بلند کئے ہوئے ہے۔ جبکہ ہماری خواتین پاکستان کی آزاد فضاؤں میں بھی شعار اسلامی کو اختیار کرنے میں پس و پیش سے کام لیتی ہیں اور حجاب جیسے بنیادی اسلامی حکم کی پرواہ بھی نہیں کرتیں بلکہ بعض مغرب زدہ خواتین تو حجاب کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتی ہیں۔ اس کوتاہ اندیشی اور اندھی تقلید کرنے والی خواتین کو لوسیا دھلاب جیسی نومسلم خاتون کے جذبہ استقامت سے ہی سبق حاصل کرتے ہوئے اپنی گمراہ کن روش کو ترک کر کے عملی طور پر اسلام کی آغوش میں آجانا چاہئے۔

بہن لوسیا کے اسلامی حجاب کے معاملہ میں اس حقیقت کو بھی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہئے کہ غیر مسلم اپنے تمام تر اختلافات اور اخلاقی و روحانی کمزوریوں کے باوجود اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی معاندانہ روش کو کسی طور پر ترک نہیں کرتے ہمیں بھی چاہئے کہ باطل پرست اگر شیطانی عزائم کی تکمیل کیلئے متحد اور متفق ہوتے ہیں تو ہمیں بھی اپنے رحمانی مقاصد کے حصول کیلئے باہم شیر و شکر ہو کر محاذ پر مسلمانوں کی پشتبانی کرنی چاہئے۔ چاہے وہ بوسنیا اور کشمیر کے مظلوم مسلمان ہوں یا ارض الانبیاء فلسطین کے مجاہد مسلمان، یا کسی بھی خطۂ ارضی کے مسلمان جو اسلام اور اسلامی شعار کے دفاع اور غلبہ کیلئے سرگرم عمل ہیں اور رزم گرم حالات میں اپنے دینی اور ملی فرائض ادا کر رہے ہیں۔

(بحوالہ نو مسلم خواتین کی ایمان افروز آپ بیتیاں)

رحمت اللعلمین ﷺ

(عبدالرشید ساھی)

واصف علی واصفؒ فرماتے ہیں "چونکہ آپ ﷺ رحمت اللعلمین ہیں اسی لئے محبوب ربّ العلمین ہیں ۔" شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" ۔ آپ ﷺ کے متعلق قرآن پاک میں اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں ترجمہ: بے شک آپ ﷺ اخلاق کے بلند ترین مرتبہ پر فائز ہیں ۔اماں عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ فرماتی ہیں ترجمہ: بے شک آپ ﷺ کے اخلاق عین قرآن ہیں" ۔قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے ۔ترجمہ: بے شک آپ ﷺ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے ۔شاعر فرماتا ہے؛

صاحب خلق عظیم و صاحب لطف عمیم صاحب حق، صاحب شق القمر، خیر البشر ﷺ
کارزار دہر میں وجہ ظفر، وجہ سکوں عرصہ محشر میں وجہ درگزر، خیر البشر

آپ ﷺ کی اتباع میں ہی دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی کا راز مضمر ہے ۔عرب جن کے پاس آپ ﷺ کے آنے سے پہلے نہ رہنے کو مکان تھے نہ کھانے کیلئے وافر کھانا تھا لیکن وہ جب آپ ﷺ کے دامن سے وابستہ ہوئے تو آدھی دنیا کے مالک بن گئے اور قیصر و کسریٰ کے خزانے ان کے قدموں میں آ گئے اللہ کی عبادت اور مخلوق کی خدمت سے ان کی زندگیوں میں سکون آ گیا پریشانیاں اور فکریں ختم ہو گئیں بقول ماہر القادری

جس نے بخشے زندگی کو حوصلے اور ولولے وہ نظر صلی علیٰ ،ٹوٹے ہوئے دل جڑ گئے

موجودہ دور میں علم کی فراوانی ہے جگہ جگہ مدرسے اور مساجد آباد ہیں جہاں سے ہر گھڑی اور ہر وقت اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ذکر کے ترانے گونجتے رہتے ہیں ۔دورہ قرآن اور ذکر احادیث کی محافل سجتی رہتی ہیں گیارویں شریف کے ختم پاک اور عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات منعقد ہوتی رہتی ہیں لیکن ہماری اصلاح ہوتی نظر نہیں آتی ۔سارے کا سارا دین تو

انسان کی اصلاح اور کردار کو سنوارنے کے لئے ہے ساری عبادتیں انسانی وقار کی تربیت کے لئے ہیں ہر سال کعبۃ اللہ کا حج ،مسلمانوں کو اتحاد ملی کا درس دینے کے لئے آتا ہے لیکن نہ تو امت مسلمہ میں اتحاد کی فضا پیدا ہو رہی ہے نہ کوئی کردار نظر آتا ہے۔بس یہ خالی بے روح عبادتیں ہی عبادتیں نظر آ رہی ہیں کون سی برائی ہے جو ہم میں نہیں ۔یہ ایسا کیوں ہے ؟محرم شریف کے دنوں میں مجالس عزا عام ہوتی ہیں شہدائے کرب و بلا کی داستانیں بڑے دردناک انداز میں بیان ہوتی ہیں مگر عمل ندارد۔

میرے ایک دوست اہل تشیع ہیں ان سے ذکر ہوا تو وہ فرمانے لگے بڑے دکھ کی بات ہے کہ ہمارے اہل تشیع میں ایک گروہ ایسا ہے جو حضرت علی المرتضٰی شیر خدا کے علاوہ باقی خلفائے راشدین کو برا بھلا کہتے ہیں جو کہ نہایت غلط بات ہے ماتم کرتے ہیں جو کہ ہمیں زیب نہیں دیتا صرف اور صرف اہل بیت کی محبت دل میں ہونی چاہیے ۔یہ سن کر میں نے جواب دیا کہ مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق تو وہ مسلمان ،مسلمان ہی نہیں جس کے دل میں اہل بیت کی عقیدت اور محبت نہ ہو دراصل بعض علماء حضرات نے روٹی کو دھندہ بنایا ہوا ہے وہ یہ خیال ہی نہیں کرتے کہ ان کی بے سروپا باتوں اور مسائل سے امت مسلمہ کا بہت نقصان ہو رہا ہے خون خرابہ ہو رہا ہے فرقہ بندی کی وجہ سے فسادات بہت بڑھ گئے ہیں علامہ فرماتے ہیں:

ملاں کم نظر نے امت میں پھوٹ ڈالی تسبیح مصطفٰی ہے صدیوں سے دانہ دانہ

کردار کی اصلاح کے لئے کاوش ہونی چاہیے ،انسانیت کی عظمت کے لئے کام ہونا چاہیے مخلوق خدا کی فلاح کیلئے کوشش ہونی چاہیے امت مسلمہ کی سربلندی اور وقار کے لئے سوچنا اور عمل کرنا چاہیے ۔آیئے قرآن مجید سے رہنمائی حاصل کریں ۔اللہ تعالٰی قرآن مجید میں فرماتے ہیں ۔ترجمہ: اے لوگو ڈرو اللہ سے اور سچی اور سیدھی بات کرو اس کے صلہ میں اللہ تمہارے سارے نیک اعمال اپنی بارگاہ میں قبول فرمالیں گے اور گناہ معاف فرمادیں گے"۔ مقام فکر ہے اللہ کے ساتھ انسان کا Agreement ہو رہا ہے اور اس میں سچائی شرط ہے اور وہ ہم میں

سرے سے نہیں۔ بات بات پر جھوٹ بولنا ہماری عادت اور فطرت بن چکی ہے اسی وجہ سے ہماری بدحالی اور تباہی ہو رہی ہے۔ عشق مصطفیٰ ﷺ کے دعوے تو بڑے ہوتے ہیں مگر سارے زبانی جمع خرچ۔ لیکن جو انسان حقیقی معنوں میں عشق رحمت عالم ﷺ میں اپنے آپ کو غرق کر لیتا ہے تو یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم پر اس کی دسترس ہو جاتی ہے کیونکہ دیدار الٰہی کی منزل نقش کو پائے رسول پر چلنے سے حاصل ہوتی ہے علامہؒ فرماتے ہیں:

کھولی ہیں شوقِ دید نے آنکھیں تیری اگر ہر راہ گزر پہ نقشِ کفِ پائے یار دیکھ

وہی راہ منزل پر لے کر جاتی ہے وہی راہ اللہ کا دیدار کراتی ہے وہی راہ کامیابی کی راہ، عظمت والی راہ، وقار والی راہ، سکون والی راہ، حقیقت سے آشنائی والی راہ، جس نے بھی جو پایا ہے اس در ہی سے پایا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو احسن تقویم بنایا خلق کے بلند ترین مقام پر فائز فرمایا۔

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

میاں محمد آف کھڑی شریف فرماتے ہیں:

حسن بازار تیرے یوسف بردے ہوو کاندے
ذوالقرنین، سلیمان جہے خدمتگار کہاندے

نبی رحمت ﷺ کی اختیار کردہ راہ ہی فنا فی اللہ کی منزل تک جاتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا "نماز مومن کی معراج ہے"۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کے کان میں آذان کی آواز سنائی دیتی تو ایسا محسوس ہوتا جیسے آپ ﷺ کا ہمارے ساتھ کوئی رشتہ ہی نہیں ہے"۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "مومنین تو اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں"۔ نبی رحمت ﷺ فرماتے ہیں "دنیا تمہارے لئے عقبیٰ تمہارے لئے اور میرے لئے میرا اللہ کافی ہے۔ حضرت بو علی قلندرؒ فرماتے ہیں "تو دنیا کو بھی چاہتا ہے اور اللہ کو بھی یہ محض خیال اور پاگل پن ہے"۔ حضرت شیخ فریدؒ

فرماتے ہیں" دنیا ایک پوشیدہ آگ ہے جس میں محبوب حقیقی کے عاشقوں کے سوا سب جل رہا ہے"۔حضرت سلطان باھوؒ فرماتے ہیں "جو شخص دنیا مردار کی محبت میں غرق ہو جائے وہ دیدار الٰہی کا طلب گار کیسے ہو سکتا ہے ۔پس تو اپنے دل سے غیر اللہ کا ہر نقش مٹا دے"۔حدیث قدسی میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں ترجمہ: جو مجھے تلاش کرتا ہے یا مجھے طلب کرتا ہے بے شک وہ مجھے پالیتا ہے جو مجھے پالیتا ہے وہ مجھے پہچان لیتا ہے جو مجھے پہچان لیتا ہے اسے مجھ سے محبت ہو جاتی ہے اور وہ میرا عاشق بن جاتا ہے"۔

جو انسان اپنے آپ کو سرورِ عالم ﷺ کے رنگ میں رنگ لیتا ہے خدائی قوتیں اس کے ہم رکاب ہو جاتی ہیں ۔اتباعِ رسول ﷺ کی بدولت ہی تو ابو بکرؓ ،صدیقؓ بن گئے عمر بن خطابؓ فاروق بن گئے عثمان بن عفانؓ غنیؓ بن گئے اور علیؓ شیرِ خدا اور حیدرِ کرار بن گئے ۔محبت رسول ﷺ اختیار کرنے والا صحبت رسول ﷺ میں بیٹھنے والا مومن اپنے اپنے کمال کو پہنچ گیا نگاہِ نبوت ﷺ سے فیض یاب ہونے والا ہر انسان اپنے رب کا مقرب بن گیا ۔کیا نظر تھی ؟ جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا ۔جب تک مسلمانوں نے اپنے پیارے رسول ﷺ رحمت عالم ﷺ کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا ان کے مقدر کا ستارہ بامِ ثریا پر چمکتا رہا ۔اسلامی سالاروں کا نام سن کر صلیبی جرنیلوں کے ہوش اڑ جاتے تھے اور پِتّے پانی ہو جاتے تھے علامہ اقبالؒ اس منظر کی عکاسی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے
کھویا گیا ہے تیرا جذبِ قلندرانہ

بڑے افسوس کا مقام ہے کہ موجودہ دور کا مسلمان فرنگی کا غلام بن کر زندگی بسر کر رہا ہے غیر مسلموں کے ٹکڑوں پہ پل رہا ہے یورپی یونین سے خیرات لے کر کھا رہا ہے اس سے بڑی ستم ظریفی کیا ہوگی کہ ایک غیر مسلم ملک انڈیا نے ملک کو ایٹمی پاور بنانے والے سائنسدان عبدالکلام کو

اپنے ملک کا صدر بنا دیا اور ایک مسلمان ملک کے نا عاقبت اندیش حکمران نے صرف اور صرف اپنے آقا امریکہ کو خوش کرنے کیلئے اپنے ملک کے محسن اعظم اپنے ملک کے مایہ ناز سائنسدان ڈاکٹر قدیر کو ملکی دفاع کو نا قابل تسخیر اور ملک کو ایٹمی پاور بنا دینے کی پاداش میں نظر بندی کی سزا دے دی اور اسلام کے نام پر بننے والے اسلامی جمہوریہ پاکستان کو امریکی کالونی بنا دیا۔ یہاں کے حکمران تو دیسی ہیں لیکن قانون ولایتی چلتا ہے۔ دیکھنے کو ہمارا ملک آزاد ہے لیکن اس کی کمان وائٹ ہاؤس سے کی جا رہی ہے۔

دعائے مغفرت

راولپنڈی سے بھائی مشتاق جنجوعہ صاحب کی والدہ

بھائی خورشید احمد صاحب کی ہمشیرہ

گوجرانوالا سے بھائی احمد رضا صاحب کی ممانی

اور بھائی محمد ریاض صاحب کی خالہ

ملتان سے کاشف سجاد کے نانا جان ملک سرفراز

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں

(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ) اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

تمام بھائی مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اورصوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
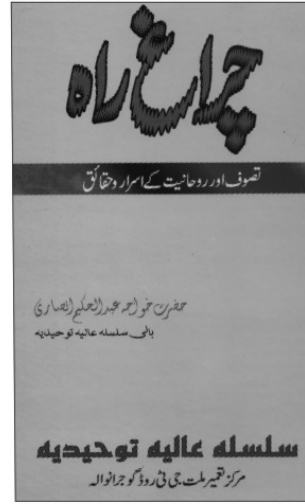
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیاہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اورناگزیریت ،بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجودکو جنم دیا اورروحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔
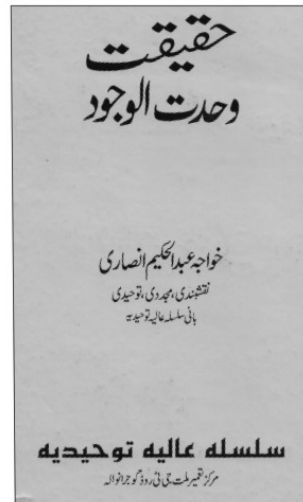
مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔
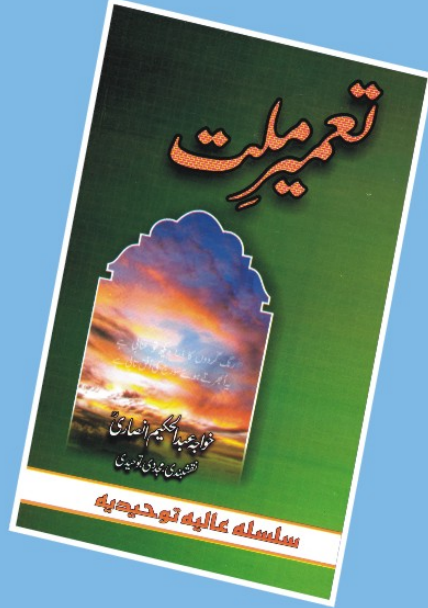
یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com